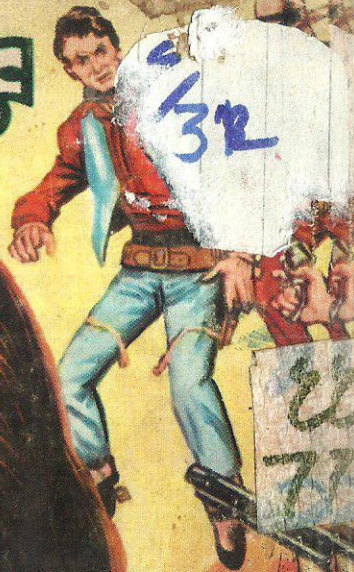


علیم پبلشرز

عمران سیریز

مشقی
پیغام



Pakistani Point

Aik Rabta Apnon Sey

ناشر © عبد العليم قریشی

جمہ حقوق محفوظ یس

طابع — زاهد بشیر پٹرز

بار اول — ۱۹۸۵ء

تعداد — ایک ہزار

قیمت — ۷ روپے

علیم پبلشرز

لاہور ۲

قوی ہیکل نوجوان نے دور بین کا لینس درست کیا اور اس سیاہ لکیر کو بخور دیکھنے لگا جو یقیناً زمین تھی اس کی تجربہ کار نظریں زمین کو اچھی طرح پہنچتی تھیں تاہم اس نے چند منٹ تک اس لکیر کو دیکھنے کے بعد دور بین کا رخ آسمان کی طرف کر دیا اس کی نظریں زمین کے پیغامبروں کو تلاش کر رہی تھیں لیکن آسمان صاف تھا۔

یہ ناممکن ہے۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اگر سیاہ لکیر زمین ہے تو آسمان پر پرندوں کی موجودگی لازمی ہے وقت بھی ایسا نہیں تھا کہ پرندے اتر چکے ہوں۔ اسے صبح جاگتے ہی اس لکیر کی سیاہی نظر آتی تھی اس وقت وہ دھندلا خاکہ تھی لیکن جوں جوں لاپنج آگے بڑھتی گئی اسے لکیر نمایاں محسوس ہوئی اور پھر اسے یقین ہو گیا کہ وہ نزدیک پہنچ چکا ہے پورے ڈیڑھ ماہ کے بعد اسے زمین کی شکل نظر آئی تھی اس لیے جس قدر خوشی نہ ہوتی کم تھی وہ جلد از جلد اس زمین تک پہنچ جانے کا خواہش مند تھا لیکن اسے حالات اسے الجھن میں مبتلا کر رہے تھے۔

اگر وہ زمین ہے تو اس کی فضا میں پرندوں کا وجود لازمی ہے پھر پرندے کیوں نظر نہیں آتے سمندر کی کہانیاں اسے بخوبی معلوم تھیں وہ سمندر کے امواج کو بخوبی جانتا تھا اسے سمندری جانوروں کے بارے میں پوری

پوری معلومات تمہیں اور وہ ان مچھلیوں کے بارے میں سن چکا تھا جو کہ
 چیزوں کی طرح بڑی ہوتی تھیں اور بعض اوقات انسان ان پر جریزہ ہونے
 کا دھوکہ کھا جاتا ہے لیکن یہ بات صرف قصے کہانیوں تک ہی محدود تھی موجود
 دور کے سیاح نے سمندر میں اتنی بڑی مچھلی نہیں دیکھی تھی یاں سندباد کے
 زمانے کی بات اور ہے۔

سندباد کے لیے تو وہ پرندے خصوصی طور پر تیار رکھے گئے تھے جن کے
 انڈے پورے مکان کے برابر ہوتے تھے اور جنہیں توڑنے کے لیے کلہاڑی
 کی ضرورت پڑتی تھی اسے آج تک ایسے پرندوں کی تلاش تھی جو انسان کو پیچھے
 میں دبا کر بیلن کا پڑ کی طرح پرواز کریں۔

لیکن اس کی بد قسمتی کہ وہ سندباد کے دور میں نہ پیدا ہوا تھا اور آج
 تک ان تمام چیزوں کو دیکھنے سے محروم رہا وہ اپنے دور کا سندباد تھا لیکن
 ایک سر سمجھا نوجوان جس کا باپ ایک بہت بڑا ماہی گیر تھا بلکہ ماہی گیروں
 کا ٹھیکیدار اس کی بہت سی کشتیاں ماہی گیری کرتی تھیں غریب ماہی گیر جن
 کے پاس اپنی کشتیاں نہیں تھیں اس کے ملازم تھے بلکہ کچھ عرصے کے بعد
 اس علاقے میں جہاں اس کا باپ رہتا تھا کسی ماہی گیر کے پاس اپنی کشتی
 نہ رہی اس کے باپ نے دولت لٹا کر تمام کشتیاں خرید لیں وہ ماہی گیروں
 کی ضرورت کا انتظار کرتا رہتا اور جب کوئی غریب ماہی گیر کسی مصیبت میں
 پھنس جاتا تو وہ اس کی کشتی کے عیوض ماہی گیر کی مصیبت دور کر دیتا
 لیکن وہ دوسری دائمی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا۔

یہ مصیبت پیٹ کی مصیبت ہوتی ہے روزگاری کی مصیبت ہوتی کیونکہ کشتی فروخت ہو چکی ہوتی تھی اب وہ ماہی گیری کیسے کرتے، لیکن اس کا باپ بڑا رحمدل آدمی تھا وہ کس ماہی گیر کو بھوکے مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا وہ خود اس ماہی گیر کو اس کی کشتی پر ملازمت دے دیتا اور ماہی گیر اس کے رحمدلی پر اسے زندگی بھر دعائیں دیتا بھلا دنیا میں ایسے انسان کہاں پیدا ہوتے ہیں جو ضرورتیں بھی پوری کریں وقت پر کام بھی آئیں اور پھر ملازمت بھی دیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ اپنی کشتی سے مچھلیاں پکڑ کر اگر وہ بیس روپے کی فروخت کر سکتے تو اس کے باپ کے لیے پکڑی ہوئی مچھلیوں میں ان کے صرف پانچ روپے ہوتے تھے۔ لیکن یہ کوئی بری بات تو نہیں تھی کیا کوئی پرانی کشتی خریدنے میں دو روپے پھنسا کر پندرہ روپے روز میں نہ کمائے۔

شہزادے کو اپنے باپ کا یہ ظلم پسند نہیں تھا وہ تعلیم یافتہ نوجوان تھا اس کے باپ نے اسے تعلیم دلوائی تھی تعلیم نے اس کے ذہن کو روشنی دی تھی اور اس روشنی میں اسے اپنے باپ کے ظلم تلے سکتے ہوئے ماہی گیر صاف نظر آتے تھے اس نے اپنے باپ سے احتجاج کیا تو اس کا باپ بگڑ گیا اس نے کہا کہ اگر وہ اس طرح دولت نہ کماتا تو ممکن تھا کہ شہزادے خود بھی کسی ماہی گیر کی کشتی پر ملازم ہوتا۔

لیکن اس کے اور اس کے باپ کے خیالات میں بڑا تضاد تھا اور شہزادے

یہ تضا و برداشت نہ کر سکا وہ اپنے باپ کے خلاف تو کچھ نہ کر سکا لیکن اس ماحول سے اس کی طبیعت اکتا گئی۔

وہ جینوں سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور پھر اس نے ایک راستہ معین لیا نظر ثانیہ صبح ہی جو واقعہ ہوا تھا چنانچہ اس نے جو ترکیب سوچی وہ دوسری فائدہ مند تھی اس کی ہم جوئی کا بھی شوق پورا ہو جاتا اور اسے ماحول سے فرار بھی مل جاتا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک موٹر لائچ پر دنیا کا سفر طے کرے گا اور اس کے اس فیصلے پر اس کا باپ بہت چراغ پافا ہوا تب اس نے دوسری تجویز پیش کر دی اس نے کہا کہ اگر اس کا باپ اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو اسے ماہی گیروں کی قلم کشتیاں دالیں کرنا ہوں گی اور خود بھی ماہی گیر کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا

بوڑھا دولت مند اس سر پرے نوجوان کی باتوں پر جھلا گیا اس نے کہہ دیا کہ وہ جہنم میں جائے جو دل چاہے کرے تب اس نے اپنے باپ کی دولت سے ایک جدید ترین کشتی بنائی جس میں سمندری ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا کشتی بادبان سے بھی چل سکتی تھی چیموؤں سے بھی اور موٹر سے بھی پھر اس نے سمندری سفر پر بہت سی کتابیں خریدیں اور دنیا کی سیر کرنے چل پڑا۔

ایک سیاح کی حیثیت سے وہ کافی مشہور ہو گیا تھا دنیا کے بہت سے ملکوں میں اس کا استقبال کیا گیا ہر جگہ لوگ اسے خوش آمدید کہتے اور اس

کا انٹرویو لیتے اور وہ اپنی زندگی کے اس سفر سے بے حد خوش تھا
 سمندر سے اسے بے حد محبت تھی اور وہ اس کے بارے میں سب کچھ جان
 گیا تھا اس کی کوئی منزل نہ ہوتی بس ہوا کے رخ پر چلتا ہوا جہاں بس لے
 لئے اور اس بار پورا ڈیڑھ ماہ گزر گیا لیکن اسے زمین نظر نہیں آئی
 تھی پھر ڈیڑھ ماہ کے بعد کی اس صبح اسے یہ سیاہ لکیر نظر آئی لیکن
 وہ یہ فیصلہ کر سکا تھا کہ وہ زمین ہے یا نہیں۔ اس کی نظریں دور بین میں
 کبھی اس سیاح لکیر اور کبھی آسمان کا جائزہ لیتیں رہیں اور مایہ ناز آگے
 بڑھتی رہی۔

دفعۃً اسے ایک عجیب سی گونج کا احساس ہوا ایک پراسرار گونج
 بنی کیسی گونج تھی پھر اس کے ذہن پر ایک خواہش مسلط ہو گئی اور
 عجیب اور مضحکہ خیز خواہش تھی کہ وہ الٹا کھڑا ہو جائے ہاتھوں کے بل
 ٹانگیں اوپر کر کے اور سر نیچے کرے۔

دو کیا بگو اس ہے؟ اس نے اپنے پاگل پن پر مسکراتے ہوئے کہا لیکن
 پھر خود کو روکنا اس کے بس کی بات نہ تھی اس نے دور بین نیچے رکھ
 دی اور ریلنگ کے درمیان پہنچ کر ہاتھوں کے بل کھڑا ہو گیا مایہ ناز سمندر پر ہیکو لے
 کھا رہی تھی اور کسی بھی زوردار جھٹکے پر وہ گر پڑتا لیکن پھر دوبارہ اٹھ
 کر کھڑا ہو جاتا اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھی کچھ سمجھ میں نہیں
 آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ اسے خود بھی غصہ آنے لگا لیکن بے سود
 اب تو اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے الٹا کھڑا ہونا ایک بہت بڑا فریضہ ہے۔

اور لٹا نہ کھڑے ہو کر وہ بہت بڑا جرم کرے گا۔
 لاپنج میں جھٹکے لگتے رہے اور وہ گتنا رہا لیکن نیچے گرتے ہی وہ
 اپنی پہلی جیسی پوزیشن میں آ جاتا اسے خود پر غصہ آ رہا تھا لیکن وہ بے
 بس تھا بالکل بے بس بخانے یہ کیسی بے بسی تھی۔



سنڈریلا دبے قدموں آگے بڑھی اور اس وقت ماٹویا نے پوزیشن
 بدل لی سنڈریلا نے بمشکل خود کو درختوں کی آڑ میں پوشیدہ کر لیا تھا۔
 تاکہ ناٹویا کی نگاہ اس پر نہ پڑھ سکے
 ناٹویا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ایک کنج کی طرف جا رہی تھی کنج
 میں پنچ کر وہ ایک پنچ پر بیٹھ گئی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے
 وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

اس سوچ کے عالم میں اسے سنڈریلا کے قدموں کی ہلکی سی چاٹ
 کا احساس بس نہ ہو سکا اور وہ اس طرح گم سم بیٹھی رہی اور اچانک
 سنڈریلا نے پیچھے سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور وہ اچھل
 بیڑی اس نے دونوں ہاتھوں سے سنڈریلا کی کلاتیاں پکڑ لیں اور انہیں

ٹوٹل کرمان کے بارے میں اندازہ کرنے لگی کہ وہ کون ہو سکتا ہے اس طرح کم از کم اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کی آنکھیں بند کرنے والے ہونٹ نسوانی ہیں اس بات سے اسے اطمینان ہو گیا اور اس نے اپنی پریشانی مہجول کر مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ اوہ لٹھی ڈیر یہ تم ہو۔ لیکن اس کی آنکھوں سے ہاتھ نہ ہٹے گویا اس کی آنکھیں بند کرنے والی لوہس نہیں تھیں۔

دوسنڈریلا چھوڑ دو بولس ڈارلنگ۔ میں پریشان ہوں اس نے پھر کہا لیکن سنڈریلا نے اس کی آنکھوں سے ہاتھ نہیں اٹھائے البتہ ہاتھ اس طرح رکھے ہوئے وہ ناڈیا کے سامنے آگئی اور اس نے جھک کر اس کے ہونٹ پر ہونٹ رکھ دیئے ناڈیا نے جلدی سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اے افوہ اس نے طاقت سے سنڈریلا کے دونوں ہاتھ آنکھوں سے ہٹا دیئے اور پھر اٹھ کر اس سے پیٹ گئی۔

ارے سنڈریلا رتم۔ تم کب واپس آئیں وہ خوشی سے دیوانی ہو کر اس کے چہرے پر چھائے ہوئے نور و فکر کے بادل ایک دم سرک گئے اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگی

ابھی آئی ہوں۔ تم مجھے پہچان بھی نہ سکیں۔ سنڈریلا نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

ارے تمہارے آنے کا کوئی گمان میں نہیں تھا تم تو اچانک ہی نازا ہوئی ہو۔ البتہ میں تمہاری حرکت سے تمہیں ضرور پہچان گئی تھی۔ ناڈیا نے

شیریں مسکراہٹ سے کہا
 ”وہ نہیں ہونٹوں کو چومنے والی حرکت سے۔ سنڈریلا نے پوچھا۔ اور
 ناڈیا نے ایک ادا سے گردن ہلادی۔
 ”وہ نہیں کیا مطلب۔ یہ حرکت میرے علاوہ آج تک کسی اور نے نہیں
 کی۔“

سب تیری طرح پاگل تھوڑا ہی ہیں۔ ناڈیا نے کہا۔
 ”وہ اسی میرا مطلب ہے کسی لڑکی نے نہ سہی کسی دل جلے نے ہی سہی
 یہ تو ناممکن ہے کہ ابھی تک کوئی تیرا گھاناں ہی نہیں ہوا۔
 ”پھر فضول باتوں پر اتر آئی ہو اس کے علاوہ کوئی کام ہے تجھے۔ ناڈیا
 نے اس کی پیٹ پر دھول جھاتے ہوئے کہا۔
 یہ کام بھی تو تیرے سامنے آنے کے بعد ہی یاد آتا ہے۔ مجھے تو خطرہ ہے
 ناڈیا کسی دن تیرے سامنے میری جنس بھی نہ بدل جائے یقین کرنا کسی لڑکے
 ہی کی طرح۔ تجھ پر عاشق ہوں میں۔“

”عاشق کی بہن اندر چل اندر۔ ناڈیا نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ
 سنڈریلا کو گیسٹ ہوئی عمارت اندر عمارت میں جانے لگیں۔
 ”انکل ڈارس کے کیا حال ہیں۔“

کچھ نہیں حالات پہلے سے بھی زیادہ بگڑ چکے ہیں اب وہ کبھی کبھی ہی
 ہوش میں آتے ہیں ورنہ عام طور پر بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں۔
 تم نے کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کیا۔

”کس سے رجوع کرتی - تنہا ہوں اور پھر میں ڈیڈی سے اس موضوع پر بات کرتی ہوں تو وہ انتہائی سنجیدگی سے مجھے سمجھاتے ہیں کہ آخر انہیں کیا پامی ہے اور وہ کیوں ان کے لیے فکر مند ہیں اس عالم میں وہ بالکل ٹھیک ہوتے ہیں اور دلائل سے مجھے لا جواب کر دیتے ہیں۔“

”ہوں۔ سنڈریلانے ایک گہری سانس لی دونوں عمارت کے ایک کمرے میں پہنچ گئی تھیں پھر وہ صوفے پر بیٹھ گئیں اور پھر سنڈریلانے کہا۔ میں اس بار اپنے ڈیڈی سے بات کروں گی ان سے کہوں گی کہ وہ انکل ڈاروس کے سلسلے میں کسی سے بات کریں۔“

بیکار ہے سنڈریلا - وہ کہیں جانے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ سنڈریلا پھر کچھ دیر خاموش رہی اور بولی۔

”تمہاری شادی کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔“

”وہ تو پھر فضول باتوں پر اتر آئی“
”وقطعی“

”اس کا مطلب ہے ہمارے بزرگ اب تک حماقتیں کرتے چلے آتے ہیں۔“

”وہ کیا کرتے رہے ہیں مجھے اس سے کوئی عرصہ نہیں ہے“

”تو شادی نہیں کرے گی“

”بالکل نہیں“

”دخوب۔ سنڈریلانے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”اس کا مطلب ہے تجھے کسی نے متاثر نہیں کیا۔
 دو سنیڈی کوئی اور بات کرو کیوں اس موضوع کے پیچھے پڑ گئی ہو۔“
 ناڈیانے اکتائے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”پھر کیا بات کروں“

تم اپنے بارے میں بتاؤ تم نے اب تک شادی کا پروگرام بنایا یا نہیں
 خوب۔ خوب مجھے اس موضوع پر بات کرنے سے منع کر رہی ہو اور خود
 وہی چرچا چلا رہی ہوں۔“ سنڈیلانے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ، اور بات ہے تو یہاں سے نکل گئی یہ بہت اچھا ہوا ہم تو یہاں
 ایک عجیب آزار میں مبتلا ہو گئے ہیں۔“
 ”دو کیسا آزار۔“

”دو بس یہ سمجھ لے کہ یہ شہر پاگلوں کا شہر ہو گیا ہے عجیب عجیب حرکتیں
 ہونے لگی ہیں یہاں کیا بناؤں۔“
 مثلاً۔

”ایک بات ہو تو بتاؤں پورا شہر ہی پاگل ہو گیا ہے میں بھی ان
 ہی پاگلوں میں شریک ہوں بس اٹے سیدھے خیالات فہم میں آتے
 ہیں اور ہم ان پر عمل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں عجیب عجیب مضحکہ خیز۔
 حرکتیں ہوتی ہیں ہم ان کے بارے میں غور کرتے ہیں یہیں ان کا احساس
 ہوتا ہے لیکن ہم وہی سب کچھ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کوئی کسی پر ہنسنے
 والا نہیں ہوتا سب کی ایک ہی جیسی کیفیت ہوتی ہے“

یہ کیا الجھی الجھی باتیں کر رہی ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ سنڈریلا نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

”میں تجھے نہیں سمجھا سکتی۔“ ناڈیا نے گہری سانس لے کر کہا۔
 ”کہیں میں تو پاگل نہیں ہوتی جا رہی۔“

”دل سنڈریلا۔ اگر ابھی تک نہیں ہوئی ہوں تو کچھ عرصہ میں ضرور ہو جاؤں گی یقین کر دو میرا دل یہاں سے میری طرح اُکٹا گیا ہے۔“
 ”تب پھر میری ایک بات مان لے۔“

”کیا۔“

”میرے ساتھ یہاں سے چل۔“

”یہ بھی ناممکن ہے۔“

”کیوں۔“

”میں ڈیڈی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔“

”ہمیشہ کے لیے تو نہیں کہہ رہی ہوں تمھوڑے عرصے کے لیے چل دل بیل جائے گا پھر واپس چلی آنا۔“

”نہیں سنیڈی میں ڈیڈی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی وہ بچوں کی طرح

مجھے تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اگر کبھی میں نہ ملوں تو بچوں کی طرح

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے۔“ اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا اور سنیڈریلا

بھی اس بات سے متاثر ہو گئی۔

اس وقت سامنے سے ایک دراز بوڑھا نظر آیا اسی کے جسم پر قیمتی

سوٹ تھا چہرے سے ذہانت اور بھی ٹپکتا تھا آنکھوں میں شہنت
 امیزی تھی اور وہ پر وقار قدموں سے چلتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔
 پھر اس نے دور سے سنڈریلا کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر شہنت
 آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔
 ”ہیلو سنڈریلا تم کب آئیں؟“

”ابھی تھوڑی دیر قبل آئی ہوں انکل۔“
 ”گڈ ہمارے لیے کبوتر کے بچے لائی ہو۔“ سنجیدہ شکل آدمی نے اس
 سنجیدگی سے پوچھا اور سنڈریلا چونک کر ناڈیا کی شکل دیکھنے لگی۔
 ”جواب دو۔ کبوتر کے بچوں کا کیا حال ہے ہم ان کے لیے سخت بے
 چین ہیں مافی میں ہم بھی کبوتر نے اور کبوتریوں نے عشق لڑانے پھرتے
 تھے۔ بہ آنے والا چھینتے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

”دو آئیے ڈیڈی تشریف رکھیے۔“ اس نے جلدی سے مداخلت کی اور سنجیدہ
 شکل آدمی اور اندر آ گیا ابھی وہ صوفے پر بیٹھا ہی تھا کہ اچانک اس طرح
 کھڑا ہو گیا جیسے کسی اسپرنگ نے اچھال دیا ہو۔ ”اڑکیوں نے حیرت سے
 اس کی یہ حرکت دیکھی تھی۔“
 ”دو کیا ہوا ڈیڈی۔“ ناڈیا نے چونک کر پوچھا۔

”دربس یہ ہو رہا ہے ہدایات جاری کی جا رہی ہیں۔“ بوڑھے نے سنجیدہ
 لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیا ہو رہا ہے ڈیڈی۔“

دو الٹے کھڑے ہو جاؤ۔ ہاتھوں کے بل۔ کوئی وقت نہ ہوگی۔ بوڑھے

نے جواب دیا۔

اور اچانک ہی ان کے ذہن میں عجیب سے سناٹے بھر گئے خود اس کی بھی یہی کیفیت تھی اس کا دل بے اختیار چاہ رہا تھا کہ وہ الٹی کھڑی ہو جائے ہاتھوں کے بل اس نے اس عجیب خواہش پر اس کی طرف دیکھا اور پھر ریویز کی طرف دیکھنے لگی پروفیسر آہستہ آہستہ جھک رہا تھا اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد وہ بھی اس انداز میں جھکی اور اس کے ساتھ ساتھ سنڈریلا بھی جھک گئی اب وہ دونوں بھی الٹی کھڑی تھیں اور ان کے اسکرٹ پیٹ کر ان کے منہ پر آپڑے تھے جن کا انہیں احساس تھا لیکن وہ اپنا لباس درست بھی نہیں کر سکتی تھی۔



اچھا خاصا خوب صورت شہر تھا۔ ایک بڑے ملک کے زیر اثر، ویسے ایک ریاست میں شامل تھا۔ لیکن چلتی اسی بڑے ملک کی تھی، کرنسی وغیرہ بھی اسی کی تھی مجموعی طور پر شہر اوسے کو یہ شہر بہت پسند آیا تھا۔

لیکن اس میں داخلے سے قبل جو کیفیات اس پر گزری تھیں وہ حیرت انگیز تھیں اس کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا تھا کہ اس پر پاگل پن کا دورہ کیوں پڑا تھا اسے اپنے پاگل پن کا احساس تھا لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔!

اس شہر میں آنے ہوئے اسے چار دن گزر چکے تھے اس کا خیال تھا کہ وہ پندرہ بیس دن دواں قیام کرے گا اس نے ایک خوبصورت ہوٹل میں رہائش اختیار کی تھی۔

بہر حال اچھا وقت گزر رہا تھا، ایک نوجوان سیاح کی حیثیت سے وہ بہت جلد یہاں بھی مشہور ہو گیا۔ اخبار دالوں کو اس کی بھنک مل گئی تھی اور انہوں نے اس کے انٹرویو شائع کرنے شروع کر دیئے لیکن ان کے سوالات کے جواب میں اپنی وہ کیفیت نہیں بتائی تھی جو اسے کشتی

پر پیش آئی تھی، ظاہر ہے یہ بتانے کی بات نہیں تھی۔

بہر حال انٹرویو شائع ہونے کے بعد وہ اس شہر کے لیے اجنبی نہ رہا بہت سے رٹ کے اور لڑکیاں ملاقات کے لیے آنے لگیں اور اس کے بہت سے دوست بن گئے وہ اس سے سمندری سفر کے بارے میں واقعات سنتے اور اس کی دلچسپ اور پرخطر زندگی پر اشک کرتے۔

انہیں میں سے کچھ نوجوانوں نے اسے شہر دکھانے کی ذمہ داری ملے وہ اس کے گہرے دوست بن گئے تھے۔ بہر حال خاصی دلچسپی سے وقت گزر رہا تھا اور شہزادہ یہاں بہت خوش تھا۔

اس شام وہ ایک انتہائی خوب صورت پارک میں اپنے چند دوست رٹ کے اور لڑکیوں کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا کہ ایک عجیب سا واقعہ پیش آیا۔

شام کا وقت تھا اور چھٹی کا دن، پارک رنگین ملبوسات اور حسین چہروں سے بھرا پڑا تھا، دل کش اور حسین لڑکیاں تیلیوں کی طرح تھرکتی پھر رہی تھیں اور بڑا پُر بہار منظر تھا۔

ایک نوجوان شہزادے کے دل میں خواہش ابھری، ایک انوکھی خواہش جس نے اسے بڑی طرح بوکھلا دیا، اس کا دل بے اختیار چاہ رہا تھا۔ کہ وہ اٹا کھڑا ہو جائے۔

یہ وہی کیفیت تھی جو اسے کشتی میں محسوس ہوئی تھی اور وہ کوشش کے باوجود اس کیفیت سے چھٹکارہ نہیں پا سکتا تھا لیکن ظاہر ہے کشتی

میں دوسری بات تھی۔

وہ سمندر میں تہنا تھا۔ اسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا اور وہاں وہ الٹا کھڑا ہو گیا تھا، اور یہ بات صرف وہ ہی جانتا تھا۔ اب اگر وہ اس کیفیت سے چھٹکارہ نہ پاسکا، اور اپنی اس عجیب و غریب خواہش پر عمل کر بیٹھا تو کیا ہوگا۔

شہزادہ بہت زیادہ بدحواس ہو گیا تھا اس کے چہرے پر ہوائیاں اٹنے لگیں اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے دوستوں کی طرف دیکھا اس پر ہجوم پارک میں اس کی یہ حرکت ڈوب مرنے کے قابل ہو گئی۔ لیکن پھر اسے ایک اور عجیب سا احساس ہوا اس نے محسوس کیا جیسے کائنات کی گردش رک گئی ہے، پارک میں چہل قدمی کرتے ہوئے لوگ بے جان ہو گئے ہوں سب کے سب پتھر بن گئے ہوں اس کے دوستوں کا بھی یہی حال تھا۔

اس وقت اس کے ساتھ تین مقامی لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں لڑکیاں بے حد خوب صورت اور مہذب تھیں، انتہائی شائستہ مذاق کی حامل، وہ ان لڑکیوں سے بے حد متاثر تھا، اور ابھی تک اس نے ان دونوں لڑکیوں میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی تھی جو معیار سے گری ہوئی ہو۔ وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے اپنے اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ سب کے چہروں پر بدحواسی طاری تھی اور وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت تھے اور پھر اس نے اپنے ذہن میں وہی عجیب سا سناٹا محسوس کیا اور لڑکھٹ

کھڑے ہونے کی خواہش شدید سے شدید تر ہونے لگی۔

رحم کر مجبور رحم۔ اس نے کڑکڑا کر خدا سے التجا کی لیکن اس وقت اس کی نگاہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت پر پڑی جس نے گہرا میک اپ کر رکھا تھا سفید رنگ پر سرخ اسکرٹ خوب چم رہا تھا اور وہ اپنی عمر سے کافی چھوٹی لگ رہی تھی۔

دفعۃً اس عورت کی حرکت نے اُسے سٹلٹے میں ڈال دیا۔ عورت نے دو تین قلابانیاں کھائیں اور الٹی کھڑی ہو گئی۔ اور اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی الٹا کھڑا ہونا شروع کر دیا۔

شہزادہ آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پوسے پارک کا عجیب حال ہو رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی جادوئی شہر میں آگیا ہو جہاں کسی جادوگر کی حکومت ہو اور لوگ صرف اس کا حکم ملتے ہوں یا پھر اس کے غلام ہوں۔ اُن کی آن میں ہی مہذب لوگوں کا یہ پارک پاگل خانہ معلوم ہونے لگا وہاں موجود ہر شخص الٹا کھڑا ہوا تھا اس نے متحیرانہ انداز میں اپنے دوستوں کی طرف دیکھا اس کے تینوں دوست الٹے کھڑے ہوئے تھے پھر اس کی نگاہ اپنی مہذب دوست لڑکیوں پر پڑی اور اس کے حلق سے قہقہہ آنا دہوتے ہوتے رہ گیا۔ اس کی دوست لڑکیاں بھی الٹی کھڑی ہوئی تھیں۔

سنجیدہ اور شائستہ لڑکیوں کو اس حال میں دیکھ کر وہ عجیب سا محسوس کر رہا تھا لیکن اسے خود پر کوئی اختیار نہ تھا اس کی نظریں

بھٹکتی رہیں اور دفعتاً وہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ اس نے انتہائی پریشانی کے عالم میں سوچا لیکن اس کا ذہن کوئی جواب نہ دے سکا، لوگ اب بھی اسی طرح کھڑے تھے کسی کو اپنی حالت کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا، جیسے وہ سب وہاں جمع ہی اس لئے ہوئے ہوں، یہ کیفیت ایک گھنٹے تک جاری رہی اور اس کے بعد اچانک طلسم ٹوٹ گیا۔

سب تھکے تھکے انداز میں سیدھے ہونے لگے۔ سب کے چہرے شرمسار ہو رہے تھے ان کے انداز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سب ایک دوسرے سے سخت شرمندہ ہوں۔

وہ تفریح بھول گئے تھے، پارک خالی ہوتا جا رہا تھا۔ آیت مسٹر شہزادے واپس چلیں شہزادے کے ایک دوست جو نہر نے کہا۔ اور وہ لوگ بھی پارک سے نکل آئے۔ لڑکیوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں ان کے چہرے اپنی اس فضول حرکت سے سرخ ہو رہے تھے۔ پھر انہوں نے بیک وقت کہا کہ انہیں ان کے گھر آنا دیا جائے۔

دو میرے ساتھ ایک کپ کافی نہیں پیئیں کی مس لٹا، اور آپ بھی مس شہزادے نے دونوں لڑکیوں سے کہا۔

”سو رہی پھر سہی مسٹر شہزادے، لڑکیوں نے کہا اور پھر انہیں ان کی خواہش کے مطابق گھر آنا دیا گیا سب خاموش تھے، پریشان تھے، لیکن بات کسی ایک کی نہ تھی۔

شہزادے نے بمشکل تمام اپنے دوستوں کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ ان کے ساتھ ہوٹل چلیں، ہوٹل پہنچ کر اس نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور پھر کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے شہزادے نے کہا۔

”دبلا شک و شبہ ماحول ہمارے اختیار میں نہ تھا اور نا ہی ہم میں سے کوئی اپنی خواہش پہ اٹکا کھڑا ہوا تھا، جب سب ایک ہی مرض میں گرفتار ہو گئے تو پھر شرمندگی کیسی“

دوبے شک جو ننہ پھکی سی ہنسی کے ساتھ بولا، لیکن بعض اوقات یہ حادثات عجیب و غریب تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، غور کریں، کوئی ہاتھ روم میں ہاتھ لے رہا ہے یا پھر کوئی کسی اور کام میں مصروف ہے اور اس وقت یہ صورت حال کتنی عجیب ہو جاتی ہے یہ چلتا ہے برہنہ بیٹ باپ کے سامنے اگر الٹی کھڑی ہو گئی۔

”اوہ تو کیا پورا شہر اس عذاب میں مبتلا ہے شہزادے نے تعجب سے پوچھا۔“

”شہر کیا، قرب و جوار کے علاقے بھی اس کیفیت سے محفوظ نہیں ہے لوگ یہاں سے فرار ہو کر بھی دیکھ چکے ہیں۔“

”مگر یہ سب ہے کیا۔“

”ایک آسمانی عذاب، جو اس شہر پر نازل ہوا ہے۔“

سائنس لے کر بولا۔

”کیا مطلب۔ شہزادے نے حیرت و دلچسپی سے پوچھا۔“

ظاہر ہے تم اس شہر میں نئے آئے ہو۔ لیکن کیا تمہیں اس شہر کے نام بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں اٹا کھڑے دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی جو نرنر نے سوال کیا۔

”وہ تو صورت حال کیا ہے۔ شہزادہ بولا، اسے اپنی چند روز قبل کی پوزیشن یاد آگئی تھی، جب وہ اس شہر کے نزدیک آچکا تھا اور اپنی کشتی میں اٹا کھڑا ہوا تھا۔

”ہاں چند روز قبل کا واقعہ ہے۔ جو نرنر نے کہا۔
 ”مجھے معلوم ہے شہزادے نے پُر خیال انداز میں کہا۔
 ”معلوم ہے۔“ تمہیں کیسے معلوم —؟ جو نرنر کے ساتھ سائمن نے سوال کیا۔

”کیونکہ اس وقت میں بھی اس شہر کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔
 اور اپنی کشتی میں تھا۔“

”تو تم کشتی میں اٹے کھڑے ہوئے تھے۔ سائمن نے ہنس کر پوچھا!
 ”وہاں، شہزادہ جھینپے ہوئے لہجے میں بولا۔

”لیکن تم نے یہاں یہ بات بتائی کیوں نہیں؟“
 ”شرمندگی کی وجہ سے۔ میں نے سوچا کہ یہ قصہ صرف میرے ساتھ اسی ہوا ہے۔ لیکن اب شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔“

”بے شک۔ یہاں کے لوگ اب ان حرکتوں کے عادی ہوتے جا رہے ہیں مگر خدا کے واسطے مجھے بتاؤ تو یہ سب کیا ہے۔“

و کوئی نہیں بتا سکتا، کوئی بھی نہیں بتا سکتا، تم کسی سے بھی پوچھ
لو سب اپنی کیفیت سے شرمندہ ضرور نظر آتے ہیں لیکن کوئی اس بارے
میں کچھ نہیں جانتا۔ پچھلے تین مہینے سے یہ وبا شروع ہوئی ہے۔

”اُلٹے کھڑے ہونے کی۔“

”نام صرف اُلٹے کھڑے ہونے کی۔ یہاں تمہیں اکثر لوگ کُتے کی طرح
بھونکتے ہوئے نظر آئیں گے بندروں کی طرح اچھلتے کودتے ہیں، اپنے
لباس پھاڑ دیتے ہیں ایک دوسرے کے بوسے لیتے ہیں اس سلسلے میں چند
المناک و اقعَات بھی ہو چکے ہیں بات آگے بھی بڑھ سکتی ہے اور میں اس
وقت سے خوفزدہ ہوں۔ جو نرنے کہا۔“

”ہوں یہ بات تو ہے، اس قسم کے واقعات آدمی کا ذہن خراب کر
دیتے ہیں۔“

”وہاں دوست اس شہر کے زیادہ تر لوگ دہشت سے خوفزدہ ہیں
لیکن مجبور بھی ہیں اپنے ٹھکانے کو چھوڑ کر کہاں جاسکتے ہیں اور جو جاسکتے
ہیں وہ چلے گئے۔۔“

”حکومت نے اس بارے میں تحقیقات نہیں کی۔“

”کیوں نہیں، ارکان حکومت خود اُلٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پچھا
دنوں ارکان اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا، ارکان اسمبلی اُلٹے کھڑے ہو
کر تقریریں سنتے رہے اور کاروائی جاسی رہی۔ شہزادہ ہنس پڑا۔ پھر
بولے۔“

”بڑی عجیب و بابہ ہے“

درباروں، میں بتا چکا ہوں تین چھینے قبل یہ عذاب نازل ہوا، اچانک لوگوں کے ذہنوں میں یہ عجیب خواہشات اجتماعی شکل میں پیدا ہوتی ہے اور وہ ان پر عمل کرنے میں مجبور ہو جاتے ہیں۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کیا یہ کوئی سائنسی عمل ہے، یا پھر کوئی شیطانی روح اس شہر میں مسلط ہے۔ اس دور میں اگر جادو کی کوئی اہمیت ہے تو بلاشبہ ہم اسے کسی شیطانی جادوگر کا کارنامہ کہہ سکتے ہیں۔ بلاشبہ شہزادہ ان دونوں میں سے کسی کے خیال کی تردید نہیں کر سکتا اس شہر میں وہ بیس دن رہا اور اس دور ان صرف ایک واقعہ اور پیش آیا، جب شہر کے لوگوں پر رقص کا بھوت سوار ہوا تھا اس کے بعد شہزادہ اپنے دوستوں سے رخصت ہو کر چل پڑا۔ اس کا سمندری سفر دوبارہ شروع ہو گیا تھا اور اس کا رخ حسب معمول کسی نامعلوم منزل کی طرف تھا



ایک طویل عرصے تک وہ سمندر کی موجوں سے لڑتا رہا اور ایک بار
 یہ بھر اسے زمین نظر آئی تھی اس تمام سفر کے دوران اس کے ذہن میں
 عجیب شہر کا تصور طاری رہا کیسی مضحکہ خیز بات تھی کیسی مضحکہ خیز پوزیشن
 تھی کیسی عجیب زندگی گزار رہے تھے وہ لوگ بنجانے یہ سب کچھ کیا تھا۔
 کون اس کی تشریح کرتا وہ ذہن سے ان خیالات کو جھٹکنے کی کوشش
 کرتا رہا لیکن طویل عرصہ گزارنے کے بعد بھی وہ ان پر اسرار واقعات کو
 بھلا نہ سکا اور اب ایک اور زمین اس کی منتظر تھی یہ بھی کوئی جزیرہ
 معلوم ہو رہا تھا۔ طویل و عریض جزیرہ

جوں جوں کشتی اس جزیرے کے نزدیک پہنچ رہی تھی اس کے نقوش
 واضح ہوتے چلے جا رہے تھے یہ بھی آباد جزیرہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ کسی
 عمارت کی سفید دیواریں صاف دیکھ سکتا تھا ابھی اتنا نزدیک پہنچا
 تھا کہ چلتے پھرتے لوگ بھی نظر آ جاتے۔

دیکھئے اس بار ہوا کہاں سے آئی ہے اسے کسی سمت کا اندازہ نہیں تھا
 چھوٹی سی کشتی ایک سمت پر مضبوطی سے چل بھی نہیں سکتی تھی بہر حال

کوئی بھی ملک ہو کوئی بھی جزیرہ ہو اسے کیا خطرہ ہو سکتا ہے کشتی
جزیرے کی طرف جاتی رہی اور اب جزیرہ تقریباً ایک میل دور رہ گیا تھا
اس کی نظریں جزیرے کی آبادی تلاش کر رہی تھیں۔

دفعتاً ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ دھڑام سے کشتی کے فرش پر گر
پڑا شاید کشتی کسی بیٹان سے ٹکرائی تھی۔
”لیکن کیسے؟“

اس نے تو اس راستے میں کوئی بیٹان نہیں دیکھی تھی وہ سنبھل کر اٹھا
یہی تھا کہ اس نے ایک عجیب سی گونج سنی اور اس کے ساتھ ہی سمندر سے
سفید رنگ کی چمکدار شعاعیں نمودار ہو کر کشتی کے گرد پھیل گئیں اور وہ
خوف اور دہشت کی نظروں سے ان شعاعوں کو دیکھنے لگا جو اس کو اپنے
جال میں لپیٹ چکی تھیں اور پھر ان شعاعوں سے ایک آواز ابھری جس
جگہ اور جس پوزیشن میں ہو اسی طرح رُکے ہو اگر تم نے کوئی حرکت
کی تو زندگی نہ بچا سکو گے۔“ زبان انگریزی تھی اور لہجہ غیر ملکی وہ چاروں
طرف دیکھنے لگا یہ اس سے بڑا علم ہے ان لہروں سے آواز کہاں سے
آئی بہر حال اس نے ہدایات پر عمل کیا ہر سی اس کے چاروں طرف گردش
کرتی رہیں پھر ان میں باریک باریک چمکدار نقطے پیدا ہو گئے اور ان
کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

درتک کہ - وہی آواز ابھری - اپنے بارے بتاؤ۔

دو دم کون ہو اور کہاں سے بولی رہے ہو۔ شہزادے نے حواس قابو میں

کر کے پوچھا۔

”میرے بارے میں بھی جان جاؤ گے دوست پہلے اپنے بارے میں
سب کچھ بتا دو۔“

”میرا نام شہزادہ ہے ایک مشرقی ملک کا باشندہ ہوں اپنی بوٹ
پر دنیا کی سیر کر رہا ہوں سمندر کی لہریں پر سوار اس طرف رخ کر لی ہے
بس بے ضرر انسان ہوں اور کسی کو نقصان پہنچانے کا نہ تو ارادہ رکھتا ہوں
اور نہ ذرا رخ رکھتا ہوں دوسری طرف خاموشی چھانی رہی پھر وہی آواز ابھی
ایک بار پھر شکریہ تمہیں اس جزیرے پر خوش آمدید کہا جاتا ہے خود کو سنبھالو
میں تمہیں یہاں بلا رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی اچانک لہروں کا
جال ختم ہونے لگا شہزادے اس جال کو سمیٹے ہوئے دیکھ رہا تھا اور پھر
اچانک اس کے جسم کو ایک اور جھٹکا لگا اس کی کشتی تیز رفتاری سے آگے
بڑھ رہی تھی اور شہزادے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سی قوت
ہے جو کشتی کو تیز رفتاری سے کیچ رہی ہے۔“

جزیرے کی زمین تیزی سے قریب آتی جا رہی تھی اور پھر ایک جھٹکتے
سے وہ جزیرے پر پہنچ گیا اس کی حیران نظریں جزیرے کی بلندی کی بلندی سے
جاترہ لے رہی تھیں۔

پھر بلندی سے اسے ایک سر نظر آیا وہ چونک کر اس سر کو دیکھنے لگا
اور پھر اس کی آنکھیں شدید حیرت سے پلٹنے لگیں یہ سر کسی انسان کا نہ تھا
بلکہ یہ آہنی انسان تھا فولاد کا دیو۔ جو اب جزیرے کی بلندی پر پلوری سے

طرح نمایاں ہو گیا تھا اس کے ہاتھ میں عجیب ساخت کی مارٹر ٹماکن بھی پھر ریت کی بلندی پر جیسے بے شمار انسان جمع ہو گئے جو ایک لائن سے کھڑے تھے اور شہزادے کے جسم کے مسامات نے پسینہ چھوڑ دیا وہ بے حد دہشت زدہ ہو گیا تھا۔

یہ کون سی دنیا ہے یہ کیا جزیرہ ہے یہاں آہن انسان بستے ہیں آخر وہ کس شیطانی چکر میں چھنسی گیا ہے پہلے وہ شہر جہاں کے لوگ اٹلے۔ کھڑے ہو جاتے شرکوں پر برہنہ ہو جاتے اور بنانے کیا کیا حرکتیں کرتے اور اب یہ آہن انسان۔ وہ کہیں سندباد کی دنیا میں تو نہیں لوٹ آیا۔ پھر یہ سب کچھ کیا ہے وہ سوچ رہا تھا پھر اس نے روبوٹوں کی قطار ایک طرف سرکتے دیکھی ان کے درمیان ایک انسان نظر آیا ایک انتہائی پستہ قد انسان جو ان دیو ہیکل روبوٹوں کے درمیان ایک بونا معلوم ہو رہا تھا۔

وہ گویا یہ صرف آہن لوگوں کا جزیرہ نہیں ہے بلکہ یہاں انسان بھی بستے ہیں۔ شہزادے نے سوچا اور پھر وہ کود کر بوٹ سے اتر آیا۔ بونا اسے اشارے سے اوپر بلا رہا تھا۔

شہزادہ جھکتے ہوئے اوپر چڑھنے لگا۔ آہنی روبوٹ پیچھے ہٹ رہے تھے اور جب شہزادے بونے کے پاس پہنچا تو روبوٹ کافی پیچھے جا چکے تھے البتہ پستہ قد وہیں کھڑا رہ گیا تھا شہزادے نے غور سے اسے دیکھا وہ ایک تلاش کے قیمتی سوٹ میں ملبوس تھا اور اس کے ہونٹوں پر نرم

مسکراہٹ تھی۔

دو ہیلو۔ پستہ قد انسان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دو ہیلو۔ شہزادے نے بھی حیرت سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ پورے جزیرے پر صرف ایک عمارت نظر آ رہی تھی آہن انسان اب دور چلے گئے تھے۔

مین بحیثیت مین زبان تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ پستہ قد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس بار اس نے اردو زبان استعمال کی تھی جس پر شہزادے کو مزید حیرت ہوئی۔

”شکریہ اس نے جواب دیا“

”میرا نام نیک ہے لوگ مجھے کرنل نیک کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی میں شہزادہ ہوں صرف نام کا شہزادہ ورنہ ایک ماہی گیر کا لڑکا ہوں میرا باپ بہت غاصب تھا اور میں اس کی دولت کا تھوڑا سا حصہ حاصل کر کے دنیا کی سیر کر رہا ہوں۔“

”خوب آؤ“ کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویسے تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟

”میرا ایک مشرقی ملک سے“ شہزادے نے اپنے نام ملک کا نام بتایا۔

”تمہارے خیال میں اب تم کہاں ہو“

میں کچھ نہیں جانتا میری چھوٹی سی بوٹ راستہ بتانے جدید سامان سے آراستہ ہے میں تو بس سفری کرتا رہتا ہوں کسی بھی طرف نکل

جاؤں“

”خوب بہر حال تم مشرق ہی کے ایک ملک میں ہو“
 ”میرے لیے یہ دلچسپ اظہار ہے میرا ملک یہاں سے کتنی دور ہے“
 ”بالکل قریب“ کرنل نیک نے جواب دیا اور جیب انہوں نے اس ملک کا
 نام بتایا تو شہزادے نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔
 ”مجھے تو یہ حیرت ہوئی ہے لیکن آپ تو اس ملک کے باشندے نہیں معلوم
 ہوتے اور یہ جسزیرہ یہ آہن انسان۔ وہ سفید شعاعیں جہنوں نے میری کشتی
 کو گھیر لیا تھا اور پھر کشتی کا اس برق رفتاری سے دوڑنا وہ سب کیا تھا
 ”سائن کھیل یہ ایک سائنس دان کا کارنامہ ہے شاید تم نے اپنے وطن
 میں پروفیسر محمود ناصر آفریدی کا نام سنا ہو“
 ”ناصر آفریدی“ شہزادے کے منہ سے نکلا اور وہ تصویر حیرت بن
 گیا۔“



”راوی آج کل مونگ پھلیاں بیچتا ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا
 ”مونگ پھلیوں کا مطلب صرف مونگ پھلی ہی ہوتا ہے۔ سکندر اعظم نہیں
 ہوتا۔“

”لیکن راوی نے مونگ پھلیاں کنیوں بیچنا شروع کر دیں۔“
 ”چلن کرتے کرتے تنگ آ گیا تھا۔“
 ”وہ میں اُسے دھندا بتا سکتا ہوں۔“
 ”بتاؤ یا ر۔ مونگ پھلیوں کا کاروبار بھی ہلکا پڑ گیا۔“ عمران کی بے
 زار سی آواز سنائی دی۔

فون پر نہیں بتایا جاسکتا۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 تب میں پھر اُسے تمہارے پاس بھیجے دیتا ہوں کہاں سے بول رہے
 ہو۔ بیٹہ دنگ کالج سے مگر سینے راوی کا اس کا کاروبار کرنے دیکھتے آپ
 خود تشریف لے آئیں۔

”تشریف وغیرہ کا بوجھ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا البتہ کہو تو میں
اکیلا آ سکتا ہوں۔“

چلتے۔ اکیلے ہی آجائے۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسری طرف
فون بند ہونے کے بعد خود بھی ریسپونڈ رکھ دیا بڑے میاں بے تعلق سے ایک
کونے میں بیٹھے رسالہ دیکھ رہے تھے۔

انگل۔ ناصر نے بڑی محبت سے انہیں مخاطب کیا اور بڑے میاں چونک
کر اسے دیکھنے لگے۔

”کیا بات ہے؟“

”دراجکل آپ بڑے اُداس ہیں۔“

”ہاں۔ بڑے میاں نے جواب دیا۔“

”دو کیوں۔“

بس مجھے اپنے بڑھاپے کا احساس ہو چلا ہے سوئچ رہا ہوں اب
گوشتہ نشین ہو جاؤں۔

دو ارے ارے یہ احساس کب اور کیسے ہوا۔“ ناصر نے دلچسپی سے پوچھا
”دبس اب تک اس احساس کو فراموش کئے ہوئے تھا لیکن ایک دن
اپنی شخصیت کا تجزیہ کیا اور اندازہ لگا لیا کہ بس تمہاری اور دوسرے
لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار کیوں ہوں۔“

”و ایسی کوئی بات نہیں انگل۔“ کون آپ کو ذلیل کہتا ہے۔“ ناصر
نے کہا۔

نہ کہے دوسری بات البتہ ذہنی طور پر خیر چھوڑو ان باتوں کو میں خود کو بدل رہا ہوں مجھے بتاتے رہو کہاں تک کامیاب ہوتا ہوں اگر کہیں ٹکھڑا نہ لگوں تو سب کچھ ہال لینا۔ یہ تمہارا فرض بھی ہے اور میں سمجھتا ہوں انسانیت بھی۔“

در خوب - ناصر نے انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ بہر حال یہ ایک اچھا قدم ہے لیکن اس میں اداس ہونے کی کون سی بات ہے۔
 در بڑھاپے کے احساس نے پریشانی پیدا کر دی ہے، ”ٹھیک ہو جاؤں گا۔“
 ”لیکن آپ خود کو بوڑھا کیوں سمجھتے ہیں؟“

”جوان سمجھنے کی کوشش میں جوانوں کی طرح ہنسنے بولنے اور عیش کرنے کے چانس ہیں جو مجھ میں نہیں ہیں ان ہی کوششوں میں دوسروں کی نگاہوں میں مضحکہ خیز بن جاتا ہوں جبکہ نو جوان یہ حرکتیں کریں تو بہر طور انہیں ان کا حق سمجھا جاتا ہے۔“

بہر حال میں آپ کے احساس سے خوش بھی ہوں اور مجھے افسوس بھی ہے خوش یوں ہوں کہ آپ نے ایک باوقار شخصیت حاصل کرنے کی سعی شروع کر دی ہے۔ افسوس اس لیے کہ اس شخصیت کو حاصل کرنے کے لیے آپ اپنی زندہ دلی کھو رہے ہیں میرا خیال ہے باوقار بننے کے لیے زندہ دلی ضروری نہیں ہوتی۔

کچھ بھی ہو میرا فیصلہ اپنی جگہ ہے۔ بڑے میاں نے گر گڑ کی طرح گردن اکڑاتے ہوئے کہا اور ناصر نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ چھپائی۔ وہ نجات

تھا کہ پروفیسر کے قول و فعل میں بڑا تضاد ہے بہر حال تھوڑی سی دیکھی
 ہی تھی وہ خاموش رہا اور بڑے میاں نے پھر رسالہ اٹھا کر چہرے کے
 سامنے کر لیا وہ رسالے کی آڑ میں ناصر کے چہرے پر اپنی گفتگو کا رد عمل
 دیکھ رہے تھے ناصر نے یہ بات محسوس کر لی اور اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات
 سے عاری ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد گیٹ پر کسی کار کے آنے کا اشارہ ملا۔
 اور ناصر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دیوار پر ایک سوچ آن کر دیا اور پھر کنبے لگا
 چلے آئے عمران صاحب میں انتظار کر رہا ہوں، تھوڑی دیر بعد عمران
 اس کے سامنے تھا ناصر نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور پھر
 اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی صوفے پر بیٹھ گیا۔

دو تو آج کل آپ کا راوی مونگ پھلیاں بیج رہا ہے۔“

ہاں اسے لکھنا پڑھنا نہیں آتا اس لیے وہ چین یا عیش نہیں کر سکتا
 اس لیے بے چارے نے دو روٹی کا دھنڈہ کر لیا ہے ویسے تمہارا راوی
 کیا کچھ رہا ہے۔

وہ بھی چھٹی پر ہے بوریٹ سوار تھی میں نے سوچا آپ کو بھی اس بوریٹ
 میں شریک کر لوں

شکریہ شکریہ۔“ عمران نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور ناصر مسکراتے لگا
 پھر وہ بولا۔

”جزیرت پر جا رہا ہوں۔ آپ چلنا پسند کریں گے؟“

”جب بوریٹ ہونا ہے تو پسند اور نا پسند کا کیا سوال جس چیز میں پسند

شامل ہو جائے اس میں بوریت کہاں رہتی ہے۔

”خوب دراصل کرنل نیک نے ایک مسلمان جہان کی آمد کی اطلاع دی ہے ایک سمندری جہان کی آمد کی اطلاع۔“

”سمندری جہان“

وہ سمندر کے راستے آیا ہے پڑوسی ملک کا باشندہ ہے۔ اتفاقاً طور پر ادھر آنکلا کرنل کا کہنا ہے کہ بنظاہر وہ کوئی خاص اندازہ نہیں لگا سکے اور لگتا ایسا ہی ہے جیسے وہ اتفاقاً طور پر ادھر آنکلا ہو یہ حال ان کی خواہش ہے کہ میں بھی اسے دیکھ لوں اور آپ جانتے ہیں کہ انسان شناسی کے بارے میں مجھے اتنا تجربہ نہیں ہے جتنا آپ کو ہے۔

الحمد للہ الحمد للہ عمران نے فرصت کے ساتھ کہا اور ناصر ہنس پڑا۔ عمران کنکھیوں سے بڑے میاں کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس قائم گفتگو سے لاتعلقی بنے بیٹھے ہوئے بدستور رسالے کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ ان کا کیا حال ہے۔ عمران نے آنکھ کے اشارے سے پروفیسر کے بارے میں کہا

اوہ انکل کس خاص مضمون میں کھوئے ہوئے تھے شاید۔ ناصر نے کہا اور بڑے میاں نے چونکنے کی اداکاری کی پھر وہ بڑی بے نیازی سے مسکرائے اور ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

تم لوگ ذاتی گفتگو میں مصروف تھے اور پھر عمران صاحب بھی میری طرف متوجہ نہیں ہوئے اس لیے میں نے سوچا کہ مداخلت بے جا مناسب

نہیں ہے عمران نے چونک کر بڑے میاں کی شکل دیکھی بڑے میاں بڑے
 محبت آمیز لہجے میں مسکرا رہے تھے عمران کھوپڑی سنانے لگا
 ”دپ پر دفیسر کی ڈمی۔ اس نے سوالیہ انداز میں ناصر کی طرف دیکھا
 ”ڈمی نہیں محو پر دفیسر ہی“ ناصر نے کہا۔

ناممکن۔ عمران اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر اس نے پر دفیسر کے
 قریب جا کر انہیں غور سے دیکھنا شروع کر دیا چاروں طرف سے دیکھنے کے
 بعد وہ متحیرانہ انداز میں بولا۔

کمال ہے ناصر واقعی کمال ہے یہ تمہارا عظیم شاہکار ہے اگر خود پر دفیسر
 بھی اس رو بوٹ کو دیکھیں تو شبہ نہیں کر سکتے کہ یہ ان کے علاوہ اور ہے
 بس اب شرارت بند کرو کام کی بات کرو۔ بڑے میاں بدستور مسکراتے
 ہوئے بولے اور خود ناصر بھی حیران ہوتے بغیر نہ رہ سکا درحقیقت
 بڑے میاں کمال ضبط سے کام لے رہے تھے ورنہ اتنی دیر میں سب سنجیدگی
 وغیرہ کو بھاڑ میں چونک کر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔

خوب۔ خوب۔ عمران نے متحیرانہ انداز میں کہا اور ناصر اپنی جگہ سے
 کھڑا ہو گیا۔

آپ بس ہمارے ساتھ چل رہے ہیں انکل اس نے بڑے میاں
 سے پوچھا۔

اگر تم حکم دو تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں بڑے میاں نے سعادت
 مندی سے کہا۔

تب پھر آیتے۔ ناصر نے کہا اور بڑے میاں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں ہیلی کاپٹر میں جزیرے کی طرف جا رہے تھے



شہزادے اس طلسمی جزیرے کو دیکھ کر اس عجیب و غریب شہر میں پیش
آنے والے واقعات بھول گیا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ یہ دنیا تو طلسمات سے بھری
پڑی ہے جادو گروں کا دور ختم نہیں ہوا ہے بلکہ اب جادو سائنس کی شکل
اختیار کر گیا ہے اب جادو گر سائنس دان ہکلانے لگے ہیں

اس سوچ کے عالم میں اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا کیا اس شہر
کی کیفیت کس سائنسی کارنامے کے مرہون منت تو نہیں ہے یہ بھی ہو سکتا ہے
اس سائنسی دور میں سب کچھ ممکن ہے ناصر آفریدی کے کارناموں کے بارے
میں اس نے زمانہ تعلیم ہی سے سنا تھا لیکن چونکہ اس ملک کے لوگ
ناصر سے تعصب رکھتے تھے اس لیے اس کے بارے میں کبھی کھل کر نہ کہتے
تھے۔“

تاہم غیر ملکی سائنس میگزین میں اس نے ناصر کی پراسرار سائنسی قوتوں
کے بارے میں سنا تھا۔ لیکن اس کے دہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ناصر ایک ایسے جزیرے

مالک ہو گا جس کی فضا استقدر طلسماتی اور ایسی عجیب ہوگی وہ ناصر کی لیبارٹری کی ایک عمارت کے ایک حصے میں مقیم تھا اس نے اب تک صرف اس کے بیرونی مناظر دیکھے تھے اور ان مناظر کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہاں کیا کچھ ہو سکتا ہے ہر حال یہ غیر ملکی تھا جس نے خود کو کرنل نیک کے نام سے متعارف کروایا تھا اور وہ اپنے آپ کو ناصر کا ایک معمولی سا ملازم کہتا تھا انتہائی خوش اخلاق تھا اس نے معذرت کی تھی کہ وہ شہزادے کو بیوری لیبارٹری نہیں دکھا سکتا کیونکہ ناصر کی اجازت کے بغیر یہ ممکن نہیں اس نے بتایا تھا کہ اس نے ناصر کو اس کی آمد کے بارے میں اطلاع دے دی ہے اور ممکن ہے ناصر اس سے ملاقات کے لیے خود یہاں آجائے۔

اتنے عظیم آدمی سے میں کیسے ملاقات کروں گا کرنل نیک اور پھر آپ نے خواہ مخواہ مسٹر ناصر کو تکلیف دی میں ان کے لیے باعث دلچسپی نہ بن سکوں گا میں تو ایک معمولی سا انسان ہوں۔

یہ سب کچھ تو ناصر سے ملاقات کے بعد میں طے ہو سکے گا کہ تم کیا ہو اور ناصر کیا ہے کرنل نیک نے کہا۔ اور اب اس وقت وہ عمارت کے بیرونی حصے میں کھڑے اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے جو جزیرے کی حدود میں داخل ہو رہا تھا۔

وہ کیا مسٹر ناصر کو سرکاری حیثیت حاصل ہے۔ شہزادے نے پوچھا۔

بمقام راست تو نہیں لیکن حکومت ان سے پورا تعاون کو قی ہے مگر تم

نے یہ سوال کیوں کیا۔

”میرا مطلب ہے یہ ہیلی کاپٹر شاید فوجی ہے“

درہمیں ناصر صاحب کا ذاتی ہے وہ جزیرے تک کا سفر کٹر اس میں کرتے

ہیں۔

خوب شہزادے نے مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔ اور سیلی کا پٹر کو دیکھتے لگا جوان کی آن میں عمارت کے اوپری حصہ میں پہنچ گیا اور پھر نیچے اترنے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ اپنے مخصوص حصے میں اتر گیا اور ناصر نے اس کی مشین بند کر دی کرنل نیک شہزادے کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے اور پھر شہزادے نے سیلی کا پٹر سے ایک خوبصورت نوجوان کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا۔ اس کے پیچھے دو افراد اور نیچے اترے تھے۔

سیلو کرنل نیک۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل نیک نے گردن خم کر دی پھر شہزادے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”سیلو۔ میرا نام ناصر ہے۔ ناصر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور پھر عمران اور پروفیسر سے متعارف کرنے لگا۔ آپ کے بارے میں مجھے کرنل نیک بتا دیا تھا۔

دو جی یا عرب کی وجہ سے شہزادے کی زبان سے اس سے زیادہ نہ نکل سکا۔ اس بات پر بھی شدید حیرت ہوئی تھی کہ اتنا عظیم سائنسدان اس قدم عمر ہوگا وہ قدرے خشک چہرے اور ویران آنکھوں والا اڈھیر عمر بوڑھا سمجھ رہا تھا ناصر ان سب کو سا بٹھ لے کر اندر آ گیا اور ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا جہاں قرینے سے شاندار فرنیچر لگا ہوا تھا شہزادے نے ابھی تک اس کمرے کو نہیں دیکھا تھا اس کا قیمتی سامان دیکھ کر بس اس پر کافی اثر پڑا اور پھر نا

کے اشارے پر وہ بھی ایک صوفے میں دھنس گیا نامرنے اپنے صوفے میں گھسے ہوئے بٹنوں میں سے ایک بٹن دبا دیا اور اُسے دوبار دبانے کے بعد شہزادے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کرنل نیک نے آپ کے بارے میں مختصر طور پر بتایا تھا انہوں نے بتایا کہ آپ کی چھوٹی سی بوٹ، ہماری سمندری حدود میں آگئی تھی چنانچہ حسب دستور کرنل نے اسے قید کر دیا اور پھر آپ سے گفتگو کرنے کے بعد آپ کو جزییرے پر بلوایا گیا۔

”دراصل میرے بہت سے دشمن اس لیبارٹری سے تعصب رکھتے ہیں اور اُسے تباہ کرنے کے منت خیز بہرہ و گرام بناتے رہتے ہیں اس لیے میں نے جربر کے ایک ایک میل کے سمندر کے اندر اپنی حدود قائم کر دی ہیں ان حدود میں داخل ہونے والوں سے باز پرس کرنے کے بعد ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے غلط لوگوں کو گرفتار کر لیا جاتا ہے اگر سرکش ہوتے ہیں تو اس جگہ خاکستر کر لیا جاتا ہے۔“

لیکن میں تو مضر انسان ہوں اور یقین فرمائیے اس طرف ہلنے آنے میں کئی دوسرے کا دخل نہیں تھا میں اس کمزور سی کشتی میں سفر کرتا رہتا ہوں اور جدھر ہوا مجھے لے جاتی ہے چلا جاتا ہوں۔ میری کشتی میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے آپ اس کی مکمل تلاشی لے سکتے ہیں شہزادے نے کہا۔

”مجھے بھی آپ پر اعتماد رکھنے کو کرنل کو بھی فوری طور پر اعتماد ہو گیا تھا ورنہ

آپ یہاں مہمان نہیں قیدی ہوتے“

”میں شکریہ گزار ہوں“

دوسرے بڑی بات یہ کہ آپ ہمارے ہم مذہب ہیں کیا میں آپ کے بارے میں مزید تفصیلات جان سکتا ہوں۔

کرنل صاحب سے بہت سی گفتگو ہو چکی ہے ایک ماہی گیر کا لڑکا ہوں اس شخص کی بد قسمتی یہ تھی کہ اس نے مجھے تھوڑی بہت تعلیم بھی دے دی۔ تعلیم نے مجھے انسانوں کی یکسانیت سے آگاہ کر دیا میں کسی انسان کو خود سے کمتر سمجھنے کے لیے تیار نہ تھا چنانچہ اپنے باپ کے حصار سے گر گیا میرا ٹھیکیدار باپ دوسرے ماہی گیروں کو خود سے کمتر سمجھنے کا عادی تھا چنانچہ اس نے بہتر می بھی سمجھا کہ میری دو شرطوں میں سے پہلی شرط قبول کر لی میری پہلی شرط یہ تھی کہ مجھے ایک معقول رقم دے کر اور ایک کشتی دے کر دنیا کا سفر کرنے کے اجازت دے یا پھر اگر وہ مجھے اپنے کام میں لگانا چاہتا ہے تو اپنی سنگم ٹول اکشتیاں ماہی گیروں کے حوالے کر دے اور مجھے بھی دوسروں کی طرح کام کر کے کھانے دے چنانچہ میرے ٹھیکیدار باپ نے میری پہلی شرط منظور کر کے مجھ سے جان چھڑائی اور اب میں سمندر سمندر پھرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ سکوں کی زندگی گزار رہا ہوں کسی دن سمندر کی کسی بلند لہر کے نیچے میری کہانی دفن ہو جائے گی اور مجھے اپنی زندگی کے اس اختتام کا کوئی افسوس نہ ہو گا۔ شہزادہ خاموش ہو گیا ناصر عمران اور بڑے میاں اس کی کہانی سے بے حد متاثر نظر آتے تھے اس کے خاموش ہونے کے بعد ناصر نے کہا۔

یوں تو جہان قابل احترام ہوتے ہیں لیکن آپ جیسے مہمانوں پر تو فخر کیا جاسکتا ہے میں آپ سے دوستی کی درخواست کرتا ہوں۔“

”میں اسے اپنی خوش نصیبی کی انتہا سمجھوں گا۔“ شہزادے نے محنوں پہنچے میں کہا۔
اس کے علاوہ اگر ہماری دوستی کی جڑیں مضبوط ہو گئیں تو میں پھر آپ کی
زندگی سے اپنا کچھ مقصد بھی پورا کروں گا۔“

میں ایک ناکارہ انسان ہوں جناب اگر میری باقاعدہ زندگی کسی کے کام
آجائے تو میرے لیے اس سے زیادہ فخر کی بات کیا ہو سکتی ہے شہزادے نے
کہا اور پھر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا یہاں سے ایک روبروٹ لٹکی چائے کی
ٹرائی لے کر اندر آ رہی تھی شہزادے نے پہلی باریاں کوئی عورت دیکھی تھی۔
وہ سنبھل گیا اور لڑکی نے دوسرے کے ساتھ اس کے سامنے بھی چائے پیش
کر دی شہزادے نے لڑکی کے احترام میں نظریں جھکا لیں ناصر نے محسوس کر لیا۔
اور مسکراتے ہوئے بولا۔

”صرف مشینی لڑکی ہے مسٹر شہزادے یہاں آپ کو کرنل نیک کے علاوہ
کوئی انسان نہیں ملے گا۔“

”کیا شہزادہ چونک پڑا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔
اور پھر لڑکی کا سپاٹ اور جذبات سے عاری چہرہ دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ
ناصر مذاق نہیں کر رہا ہے پھر اس نے عمران اور بڑے میاں کی طرف دیکھا
روت - تو کیا - یہ لوگ بھی - یہ لوگ بھی۔“

دور سے نہیں یہ تو گوشت پوست کے انسان ہیں۔ ناصر نے ہنستے ہوئے کہا
اور شہزادہ بھی ہنسنے لگا۔“

دراصل میں خبطی ہو گیا ہوں جناب۔ پے درپے دو واقعات ایسے پیش

آئے ہیں کہ میری عقل ضبط ہو گئی ہے شہزادے نے کہا۔
 ”کون سے دو واقعات؟“

”یہ لیبارٹری جو خوابوں کی بستی معلوم ہوتی ہے یہاں کا ماحول
 دیکھنے کے بعد انسان خود کو عالم ہوش میں محسوس نہیں کر سکتا اور پھر یہ
 جس جگہ سے آ رہا ہوں وہ بھی ایک طلسمی شہر تھا ایک عجیب شہر جہاں کے لوگ
 ایک مصیبت میں گرفتار ہیں جیسے پرانے زمانے کے لوگ کس دبا سے خوفزدہ
 رہتے ہیں بالکل اسی طرح!“

برائے کرم تفصیل سے اس کے بارے میں بتائیں۔ ناصر نے دلچسپی سے کہا اور
 عمران نے اللہ و اکبر کی صلا لگا کر کرسی سے پشت لگائی۔ بڑے میاں گہری نظروں
 سے اسے دیکھ رہے تھے اس کہانی کو شاندار گپ بھی کہا جاسکتا تھا لیکن بڑے
 میاں نے اس کے ذہن کا بھرپور جائزہ لیا وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا تب
 وہ حیران ہو کر ناصر اور عمران کی شکل دیکھنے لگا۔

”آپ نے بذاتِ خود اس معاملے میں کوئی تحقیق کی کہ یہ سب کچھ کیا
 ہو سکتا ہے؟“ ناصر نے پوچھا۔

میں اس کی نہ تو استطاعت رکھتا ہوں جناب اور صلاحیت اس کے
 علاوہ ہمت بھی نہ تھی کہ میں مزید وہاں رکھوں چنانچہ میں فوری طور پر وہاں
 سے بھاگ نکلا۔ شہزادے نے جواب دیا۔

ہوں۔ ناصر کس گہری سوجھ میں ڈوب گیا پھر گردن اٹھا کر بولا۔
 ”واقعی دلچسپ کہانی ہے اس شہر کے لوگوں کا بڑا حال ہوگا۔“

سب حیران ہی لیکن وہ اس تمام چکر میں دلچسپ بھی لیتے ہیں ویسے کچھ لوگ شہر چھوڑ کر فرار بھی ہو چکے ہیں۔

”اس علاقے کی حکومت نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔

اس بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں لیکن میں بتا چکا ہوں کہ وہ شہر آزاد حیثیت رکھتا ہے اور جب تک وہ اس ملک سے درخواست نہ کرے وہ حکومت اس میں دلچسپی نہیں لے سکتی پھر حکومت کرے گی بھی کیا میں نے سنا ہے ارکان اسمبلی کی ایک ٹینگ ہو رہی ہے اس ٹینگ میں ٹریک لوگ اُلٹے کھڑے تھے۔

فنڈ رزل، بڑے میاں بے ساختہ ہنس پڑے ناصر کی آنکھوں میں بھی دلچسپی کی چمک تھی اور عمران چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کیا آپ دوبارہ اس شہر میں چلنا پسند کریں گے مسٹر شہزادے۔ ناصر نے پوچھا، ”خواہش تو نہیں ہے لیکن دلچسپی کی غرض سے دوبارہ بھی جاسکتا ہوں یوں بھی میں تو ایک ادارہ گرد ہوں کہیں بھی چلا جاؤں کیا فرق پڑتا ہے۔ ناصر کافی دیر تک اس سے گفتگو کرتا رہا پھر اس نے کہا کہ شہزادے اس کے ساتھ شہر چلے وہ لوگ ذرا آپس میں گفتگو کریں گے اور پھر فیصلہ کریں گے کہ کیا اس دلچسپ شہر کو دیکھا جائے۔

”جو حکم اگر آپ مجھے اس قدر اہمیت دے رہے ہیں تو میں خود کو اپنی خوش نصیبی میں ناز کرنے میں حق بجانب محسوس کروں گا۔

”بہر حال آپ ہمارے دوستوں میں شامل ہو چکے ہیں ناصر نے کہا اور شہزادے

انکساری سے گردن ہلاتا رہا۔

چلتے پینے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے ناصر نے کرنل نیک کو ہدایت
کرومی کہ شہزادے کی کشتی ایک محفوظ جگہ پہنچا دی جائے تھوڑی دیر کے بعد
ہیمل کا پیٹر بنڈ ونگ کالج کی طرف پرواز کر رہا تھا۔



کیا خیال ہے عمران صاحب کیا ہم اس کی گفتگو پر یقین کر لیں۔ ناصر نے عمران
سے پوچھا۔ حولیبار ٹری کے ایک کمرے میں ایک صوفے پر ناصر کے سامنے بیٹھا تھا
”آدمی تو غلط معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ داستان ممکن ہے وہ اپنی اہمیت بڑھانے
کے لیے سننا چاہتا ہو“

ایسا نہیں ہے عمران صاحب میں اس کے ذہن کا جائزہ لے چکا ہوں بڑے
میاں نے حسب معمول شرافت سے کہا اور عمران پھر چنک کر انہیں دیکھنے لگا
بڑے میاں کے پر اسرار رویے نے درحقیقت اسے حیران کر دیا تھا بڑے
میاں تھوڑی دیر کے لیے تو اداکاری کر سکتے تھے لیکن اسے برقرار رکھنا ان کے
بس کی بات نہیں تھی بہر حال ان کی بات بھی اہمیت رکھتی تھی۔

”خوب۔۔۔ آپ نے عمدہ کام کیا انکل کسی بھی موقع پر اس نے جھوٹ کا سہا

نہیں لیا۔“

”ہاں۔ میں اس کی کسی بات میں جھوٹ نہیں تلاش کر سکا۔
تب تو درحقیقت حیرت انگیز بات ہے لیکن ایسی کوئی وبا، لطف کی بات یہ
ہے کہ ہر بار مختلف کام ہوتے ہیں وبا ہوتی تو ہر بار لوگ اٹے بھی کھڑے ہوتے یا فیس
وغیرہ کرتے اور پھر جتنے کام ہوتے ہیں سب کے سب دلچسپ نوعیت کے حامل
”نہیں عمران صاحب میں اسے صرف کوئی وبا سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“
”نہیں۔“

و کوئی سانس کی حرکت بھی ہو سکتی ہے یا پھر ذہنوں کی تسخیر کی کوئی ایسی قوت جو
اجتماعی طور پر اثر انداز ہوتی ہو۔ شہزادے کے بیان کے مطابق وہ اس وقت
اس علاقے سے کافی دور تھا تب اس کا دل اٹٹا کھڑا ہونے کو چاہا اس سے قبل
وہ شہر میں گیا بھی نہ تھا گویا کوئی ایسی بستی کہی جاسکتی ہے جو جتنی دور تک
جاتے لوگ اس خواہش کے غلام ہوتے ہیں عمران نے کہا۔

ہاں۔ بالکل لیکن کیا آپ اس بات میں دلچسپی نہیں محسوس کر رہے؟
”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر اٹٹا کھڑا ہونے کی ہوا چل گئی تو مجھے خود کشی
ہی کرنا پڑے گی ممکن ہے اس وقت صرف پروفیسر ہی میرے پاس ہوں تاہم نہیں
پڑا اور اس نے پروفیسر ڈارک کی طرف دیکھا بڑے میاں بس خلاف توقع
مسکراہے تھے درنہ اس بات پر وہ عمران کی بوٹیاں اڑانے پر غور کرتے یہی
تو دیکش ہے اس پوری داستان میں۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
و آج تو پروفیسر شکست پر شکست دے رہے ہیں۔ عمران نے سر تھما تے ہوئے
”کیا یہاں بھی خوش اخلاقی کی کوئی ہوا چل رہی ہے؟“

”عمران صاحب دیکھیں تو یہی کس نے کیا جال پھیلا دیا ہے اس سلسلے میں تفصیل بڑی دلچسپ رہے گی۔“

”درجہ کیا اعتراض ہو سکتا ہے عمران نے جواب دیا۔“

”کیوں انکل آپ چلنا پسند کریں گے؟“

”تمہارے ساتھ چلنے میں مجھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بڑے میاں نے پُر اخلاق انداز میں کہا۔“

”وہ تب یہ سفر طے اب دوسرے ملامحلات میں طے ہو جانے چاہئیں۔
وومثلاً،،

”مثلاً یہ کہ سفر کس طرح طے کیا جائے۔ کئی صورتیں ہیں غیر ایک ہم باقاعدہ پہلے اس ملک جائیں جہاں کا وہ علاقہ ہے اس کے بعد اس آزاد علاقے میں اپنی اصل شخصیت کے ساتھ جاتیں دوئم یہ کہ اسکا رومانٹک کے جنیرے سے لائے ہوئے خلائی جہاز میں چلیں اور کسی جنگل میں قیام کریں تیسری مشکل یہ ہے کہ ابد و نہر سے چلیں بالکل اسی طرح جیسے شہزادے نے وہاں تک کا سفر کیا تھا ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت بہتر رہے گی۔“

”اگر وہ کوئی سائنسی قوت ہوگی جو لوگوں کو پریشان کر رہی ہے تو تم اس کی سرکوبی سے باز نہ آؤ گے اس لیے اگر وہ ایک باقاعدہ سفر ہوگا تو پریشانی ہوگی اس لیے باقی دونوں چیزوں میں سے ایک کا انتخاب مناسب ہے۔“

”تب پھر میں آبدوز کو ترجیح دوں گا اس میں بھرپور انتظامات ہیں اور ہم زیر سمندر رہ کر اس سلسلے میں کاروائی کر سکیں گے ناصر نے کہا۔“

ٹھیک ہے آبدوز بھی مناسب ہے۔ عمران نے تائید کی۔

”کیا خیال ہے اکل؟“

”ہاں آبدوز ٹھیک ہے بشرطیکہ شہر آنے جانے میں وقت نہ ہو۔“

”وقت کچھ نہ ہوگی چھوٹی کشتیاں موجود ہیں اور پھر ہم ساحل سے

زیادہ نہ رہیں گے۔“

”تب کیا حرج ہے؟“

گویا یہ بات طے میں تیاریاں کروں ناصر نے پوچھا۔

”ہماری طرف سے تو طے ہے شہزادے کو اطلاع دے دی جائے۔ عمران

نے کہا۔

بالکل ٹھیک آئے اس سے بات کر لیں عمدہ آدمی ہے۔ اور وہ تینوں سے

لبا رٹھی سے نیچے اتر آئے رفت زردنی افضل اور دوسرے کچھ لوگ شہزادے

کے کمرے میں جمع تھے شہزادے نے تھوڑی سی دیر میں لوگوں کو بے تکلف کر دیا

وہ ایک ہنس مکھ نوجوان تھا ان لوگوں کو دیکھ کر ناصر کے ماتحت اٹھ گئے

اور باہر نکل گئے۔

آپ کے ساتھی بہت دلچسپ ہیں ناصر صاحب انہوں نے مجھے ذرا بھی

اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ناصر مسکرایا۔

وہ اب آپ اجنبی نہیں رہے شہزادے صاحب ہر حال ہم لوگوں نے طے

کیا ہے کہ ہم اس شہر جائیں گے اور آپ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ آپ کو

کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

کوئی اعتراض نہیں ہے۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسی کمپنی تو قسمت سے ملتی ہے میں تیار ہوں!“
گو یا معاملہ طے۔ بہتر ہے عمران صاحب۔ میں تیاریاں کیے لیتا ہوں۔ نامہ
نے کہا اور عمران نے گردن، ٹاڈی۔

زندگی کے کسی حصے میں شہزادے نے ایسی کسی آبدوز کا تصور بھی نہیں کیا ہو
گا جس کا کنٹرول آہنی انسانوں کے سنبھالا ہو اور جس میں ضروری زندگی
کی ہر چیز موجود ہو۔

وہ بالکل خاموش تھا جیسے عالم خواب میں ہو ایک ایک چیز کو دیکھتا
اور پھر کنکھیوں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگتا جو اس کا رخنے کے خالق تھے
اس نے ناصر کی لیبارٹری کو دیکھا بینڈ ونگ کا بچہ کو دیکھا تھا اور اس کے
بعد یہ آبدوز اور یہ سب کچھ اسے خواب معلوم ہو رہا تھا اس نے کئی بار
اس خواب سے جاگنے کی کوشش کی لیکن یہ تو عالم ہوش کا خواب تھا اس
سے جاگنا بھی تو ممکن نہیں تھا کبھی کبھی وہ انتہائی غور سے ناصر کی شکل
دیکھنے لگتا وہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا کہ عام انسانوں میں اور ناصر
میں کوئی نمایاں فرق تو نہیں ہے ممکن ہے وہ کسی سیارے کی مخلوق ہو اور
زمین پر آہنی انسانوں کی طرح رہ رہا ہو۔

لیکن ایسا کوئی فرق تلاش کرنے میں وہ ناکام رہا اور ٹھنڈی سانس
لے کر خاموش ہو جانے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔
آبدوز کا سفر شروع ہو چکا تھا پوری آبدوز میں صرف چار انسان تھے

ناہر عمران پر دفیسٹر ڈارک اور شہزادے باقی سب ردبوٹ تھے طاہر کی حیثیت سے انجنیروں کی حیثیت سے تمام مختلف سائنٹ اور مختلف ڈیزائن کے ردبوٹ کام کر رہے تھے اور ان آہنی انسانوں نے آبدوز کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالا ہوا تھا ناصر نے شہزادے سے معلومات حاصل کر کے صرف اسی جزیرے کی سمت طے کر لی تھی اور آب آبدوز تیز رفتاری سے اس سمت جا رہی تھی اس وقت بھی وہ لوگ آبدوز کے ایک کیمپ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کی پیالیاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں ایک ردبوٹ لٹکی ابھی ان کے سامنے پیش کر کے گئی تھی اور شہزادہ ان پر سے الٹی ہوئی لبانت پر نظرس جمائے کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ناصر نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا اور بولا

”کیا سوچ رہے ہیں آپ مسٹر شہزادے؟“

”جی“ شہزادہ چونک پڑا۔“

”آپ کسی گہری سوچ میں ہیں؟“

”ہاں۔ آپ ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مسٹر ناصر درحقیقت یہ سب کچھ میرے تصورات سے باہر ہے۔“

”ادہ۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا جو خاموشی سے کافی کی پیالی کو دیکھ رہا تھا۔“

”میرا خیال ہے عمران صاحب آپ کو انکل کا یہ موڈ پسند نہیں آیا۔“

”دیکھو“ عمران نے چونک کر کہا۔

”آپ بھی خاموش ہیں۔“

”میں سوچ رہا ہوں آبدوز میں کوئی لڑکی ہوتی کسی لڑکی کے بغیر سفر میں لطف نہیں آتا عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور ناصر ہنس پڑا۔ عمران بڑے میاں کے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

”نڈرغل یہ کایا بیٹ تو واقعی دلچسپ ہے“

”کیوں انکل؟“

”میں جانتا ہوں وہ مجھے چڑا رہا ہے لیکن تم دیکھو گے اسے ناکامی ہوگی۔“
 بھی اب تو سب لوگ حیرت انگیز ہو گئے ہیں میں سوچ رہا ہوں کہ خود پر کون سا وڈ طاری کروں تاکہ میرے اندر بھی نیا پن پیدا ہو ناصر نے کہا۔
 تم کسی روبوٹ لڑکی سے عشق ب شروع کر دو؟

لیکن یہ ابھی نہیں ہو سکتا یہ سب ملازمائیں لڑکیاں ہیں میں کوئی ایسی روبوٹ بناؤں گا جو میرے معیار کی ہو۔

”تب پھر کام شروع کر دو میرا خیال ہے تمہارے وسائل یاں یس محدود“
 نہیں ہیں۔ عمران نے کہا اور ناصر ہنسنے لگا پھر اس نے شہزادے کو مخاطب کر کے کہا۔

کافی پیٹیں مسٹر شہزادے دراصل آپ کی لائن دوسری ہے اس لیے آپ کو اس بات پر تعجب ہو رہا ہے ورنہ یہ تعجب خیز بات نہیں ہے اور شہزادے گردن ہلانے لگا۔

ہاں بالکل سہی جگہ ہے میں اسے بخوبی پہچانتا ہوں کیونکہ میں بیس دن
یہاں گزار چکا ہوں۔ شہزادے نے کہا۔

یہ بھڑکیا خیال ہے عمران صاحب شہر کا دورہ کیا جائے بلکہ میرے ذہن
میں ایک اور بات ہے۔

وہ کیا۔ عمران نے پوچھا۔

وہ آپ اور پروفیسر شہر چلے جائیں اور حالات کا جائزہ لیتے آئیں ہم رائٹ
پیر الپٹ قائم رکھیں گے اور اگر ایسی کوئی بات ہوئی جیسی مسٹر شہزادے نے
بتائی ہے تو آپ مجھے اطلاع دیں گے میں وہاں سے اس کا تجزیہ کروں گا۔
وہ جیسا مناسب سمجھو۔ عمران نے کہا۔

وہ کیا خیال ہے مسٹر شہزادے؟

وہ بالکل ٹھیک ہے جناب یوں بھی میں اس شہر سے خوفزدہ ہوں اگر مجھے
وہاں نہ بھیجا جائے تو درست ہے وہاں جا کر انسان عجیب سی بے بسی کا شکار
ہو جاتا ہے یہ ٹھیک ہے ہم لوگوں کو وہاں کسی باقاعدہ ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔

اس کے لیے ضروری چیزیں یہاں فراہم ہو جائیں گی یا شہر میں انتظام کرنا ہوگا۔
 وہ میرا خیال ہے کسی چیز کے حصول کی ضرورت نہ ہوگی سوائے کرنسی کے اس
 کا بندوبست آپ ہی کو کرنا ہوگا۔ ناصر نے کہا۔ اور عمران نے گردن ہلا دی
 اور پھر ناصر ان کی روانگی کا بندوبست کرنے لگا ٹھیک ایک گھنٹے بعد آبدوز
 کے ایک حصے سے ایک سیاہ رنگ کی چھوٹی سی آبدوز ناکشتی نمودار ہوئی
 اور ساحل کی طرف دوڑنے لگی اس کی رفتار کسی راکٹ کی طرح تھی اور
 وہ پانی کا دل چیرتی ہوئی تیزی سے ساحل کی طرف جا رہی تھی۔ ساحل تک
 پہنچنے میں اسے چند منٹ سے زیادہ نہ لگے اور پھر وہ اوپر بلند ہونے لگی
 اس کے اوپری حصے پر کوئی ٹرانسیونٹ قسم کی چیز دھات تھی جس سے باہر
 دیکھا جاسکتا تھا اوپر پہنچ کر انہوں نے ساحل کو دیکھا سستان جگہ تھی
 گویا جو حصہ منتخب کیا گیا تھا کشتی وہیں پہنچی تھی۔

عمران نے خود کار کشتی کا وہ بٹن دبا دیا جس کے بارے میں ناصر نے
 ہدایات کی تھی اور کشتی تیزی سے آگے بڑھ آئی اور پھر وہ ساحل کی ریت
 پر چڑھ کر کافی آگے بڑھ آئی اور پھر رُک گئی۔
 ٹرانسیونٹ دھات کے بنے ہوئے گلے خود بخود کھل گئے اور وہ دونوں
 کشتی سے نیچے کود آئے چند لمحات کے بعد دروازے بند ہو گئے اور پھر
 سیکنڈوں میں وہ پانی میں بیٹھ کر ننگا ہوں سے اوجھل ہو گئی عمران اور۔
 یہ وہ فیسر ڈارک نے کشتی کے غائب ہوجانے کے بعد وہاں کے ماحول کا جائزہ
 لیا ساحل سے تھوڑے فاصلے پر دونوں درختوں کے چھنڈ نظر آ رہے تھے

ان کے نیچے گھاس نظر آرہی تھی بے اختیار خوبصورت جگہ معلوم ہو رہی تھی
 ”ددرختوں کی دوسری طرف کیا ہے بڑے میاں نے پوچھا۔“
 ”آئیے دیکھیں۔“ عمران نے کہا اور وہ اپنے سفری بیگ اٹھائے ہوئے درختوں
 کی جانب بڑھ گئے ان کے جسم پر سمندر میں تفریح کرنے والوں کے سے لباس
 تھے سر پر تنکوں کے ہیٹ لگے ہوئے تھے وہ فاصلہ طے کر کے درختوں کے نزدیک
 پہنچ گئے اور پھر درختوں کے دوسری طرف انہیں ایک خوبصورت عمارت نظر
 آئی جس کے اوپر بڑے بڑے الفاظ میں ہوٹل ایمر و لکھا ہوا تھا۔
 بہت خوب۔ بڑا خوبصورت ہوٹل ہے۔ بڑے میاں نے کہا۔ غالباً
 چھٹیوں کے دنوں میں وہاں کی رونق شباب پر ہوتی ہوگی۔

ولیکن یہاں قیام نہیں کریں گے۔ عمران نے کہا۔
 ”دیکھو۔ بڑے میاں اسے گھورنے لگے۔ کیا صبح ہے یہاں قیام کرنے میں“
 ”وہ آپ کہاں پڑھی سے آئے جائیں گے پروفیسر اور ناصر نے آپ کو میری سخت
 میں دیا ہے۔“ عمران نے یہ بات بڑے میاں کو چڑانے کے لیے کہی تھی کیونکہ
 بڑے میاں چند دنوں سے بڑے حلیم الطبع ہونے کی اداکاری کر رہے تھے
 اور وہی ہوا بڑے میاں کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا لیکن پھر چونک ایسا
 محسوس ہوا جیسے کسی نے ہنستے ہوئے سرخ لہو سے پر پانی ڈال دیا ہوا ان کے
 خدوخال پر اس پرٹنے لگی اور پھر وہ مضحک سی آواز میں بولے۔

جس طرح تم پسند کرد۔ عمران مرغ کی بولی بولنے پر غور کرنے لگا بڑے میاں
 اب اس کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے اور بلاشبہ انہوں نے خود پر کنٹرول کرتے

میں کمال کر دیا نجانے ذہن کی کون سی رگ متاثر کر گئی تھی۔

بہر حال عمران کو ہٹل اسپر میں قیام کرنے میں اعتراض نہ ہوا اور وہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ اسپر و کا شمار شاندار ہوٹلوں میں تھا اعلیٰ درجے کے۔ انتظامات تھے انہیں ایک خوبصورت کمرہ مل گیا اور انہیں معلوم ہوا ہٹل سے کاریں بھی کرائے پر مل جاتی ہیں عمران نے بڑے میاں سے گردن ہلادی۔
”کمرہ نسی کا کیا کرو گے۔“

”وہ آبائی پیشہ اختیار کریں گے پروفیسر۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔“

”کیا مطلب۔“

”وجیب تراشی۔ عمران نے جواب دیا کیس کی جیب کا پھولا ہوا پرہ س ہماری تمام مشکلات حل کر سکتا ہے۔“

”ہوں؟ بڑے میاں نے گردن ہلادی۔“

اس کے علاوہ آپ بھی یہ کام کر سکتے ہیں میرا مطلب ہے اپنی اس قوت سے کام لے کر جو چیزوں کو بند کر کے آپ تک پہنچا سکتی ہے۔

”افسوس یہ میں نہ کر سکوں گا۔“

”دیکھو۔ عمران نے تعجب سے پوچھا۔“

”میں ناصر کی دی ہوئی تمام قوتوں کو ناکارہ کر کے اپنی ایک فطرت

بنانا چاہتا ہوں ان قوتوں نے مجھے ذلت دی ہے میں اب ان کا استعمال پسند نہیں کروں گا میری خواہش ہے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔“

بڑے میاں نے کہا اور عمران ان کی شکل دیکھنے لگا۔



سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہوئے انہیں تین دن گزر چکے تھے ان تین دنوں میں انہوں نے مختلف لوگوں سے ان واقعات کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور شہزادے کی بات کی پوری تصدیق ہو گئی تھی لوگ خوفزدہ سے تھے ہسمے ہسمے سے تھے کسی بھی وقت کسی حادثے کے منتظر سب حیران تھے اور ابھی تک کوئی ان واقعات کے بارے میں کچھ نہیں جان سکا تھا ویسے حکومت نے ایک کمیشن مقرر کر دیا تھا جو اس عجیب و غریب مصیبت کے سلسلے میں چھان بین کر رہا تھا۔

لیکن ظاہر ہے وہ ابھی ٹامک ٹوئیاں مارنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا پچھلے تین ہفتوں سے حالات نارمل تھے اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آتا تھا بہر حال اس خاموشی سے نوجوان مضطرب تھے وہ دن رات کسی دلچسپی کے منتظر رہتے کیونکہ اب تک کے واقعات ان کے لیے بہت دلچسپ ثابت ہوئے ہیں۔

یہ تمام بڑی خوشگوار تھی عمران اور بڑے میاں شہر کے ایک بڑے شاہینگ

سنٹر میں گھوم رہے تھے چاروں طرف رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں پورا ماحول
 حد دلکش تھا اور عمران کو شدید حیرانی تھی اس رنگین ماحول میں بھی بڑے
 خود کو پیٹے دیئے رہے تھے ان کی نظریں خوبصورت لڑکیوں کے سراپے پر پڑ
 لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح نظریں پٹالیتے جیسے گناہ کر رہے ہوں۔ او
 یہ بھر وہ لڑکیوں کی طرف سے بے تعلق ہو گئے اس وقت وہ ایک منٹ ہاتھ
 کھڑے تھے عمران کا ارادہ تھا کہ شرک پار کر کے دوسری طرف جائے طریقاً
 چل رہا تھا دفعتاً اس نے کاروں میں بریک لگنے کی آواز سنی جہت سے
 کاریں چلتے چلتے بلاوجہ رک گئی تھیں عمران حیرت سے چاروں طرف دیکھ
 لگا اور دفعتاً اسے اپنے ذہن میں ایک سناٹا سا محسوس ہوا ایک عجیب
 سا سناٹا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بڑے میاں کی شکل دیکھنے
 ایسا لگتا تھا جیسے ان کا پورا جسم سُن ہو گیا ہو اور پھر عمران کے ذہن
 میں وہ سناٹا مسلط ہو گیا اور اس وقت اس کے دل میں ایک خواہش
 ابھری ایک فضول سی خواہش جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا
 اس کا دل چاہا کہ وہ الٹا کھڑا ہو جائے اور پھر اس نے اپنی اس خواہش
 کو پورا کر لیا وہ وہ الٹا کھڑا ہو گیا۔

لیکن اس کے حواس اب بھی جاگ رہے تھے وہ فل ہی دل میں شرم
 تھا اس نے چھنیں ہوئی نظروں سے بڑے میاں کی طرف دیکھا لیکن وہ
 بھی وہیں پوزیشن تھی بڑے میاں بھی اُٹے کھڑے تھے عمران نے ایک طویل
 سانس لی شرک پر چاروں طرف بھی منظر تھا۔ دوکانوں میں خرید و فروخت

کرتی ہوئی عورتیں باہر نکل آئیں سید زمین اور سید گل سب ہی اُلٹے کھڑے تھے یہ کیفیت تین چار منٹ رہی اور پھر جیسے سب کے حواس واپس آگئے سب شرمندہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ان کی آنکھوں میں غصہ بے بس شرمندگی اور نجانے کیا کیا تھا۔

عمران کا ذہن بُری طرح جکرا رہا تھا ہر حال اسے یہ سب کچھ جاننے میں دقت نہ ہوئی کہ وہ بھی اس واقعے کا شکار ہوا ہے اس نے اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا اس کے قریب ہی ایک لڑکی بھی الٹی کھڑی ہوئی تھی عمران کو لے ساتھ ہنسی آگئی اس نے پروفیسر کی طرف دیکھا، پروفیسر خود بھی اس کیفیت میں تھا اور اس کے نزدیک بھی کافی لوگ اُلٹے کھڑے تھے۔

دونا ڈیا - ناڈیا - دفعتاً پروفیسر کے قریب سے اس لڑکی کی آواز سنائی دی جو پروفیسر سے بدن سے بدن ملاتے الٹی کھڑی ہوئی تھی اور دوسری لڑکی بھی چونک پڑی۔

آؤ ناڈیا چلیں - دوسری لڑکی گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

”اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو پلیز سہارے ساتھ ایک کپ حائے پئیں“
”معاف کیجئے گا ہمیں جلدی ہے۔ دوسری لڑکی نے پروفیسر کی بات چوری ہونے سے قبل ہی ان کا جملہ کاٹ دیا۔

”وہ نہیں اسٹیل، میں چاتے کی خواہش محسوس کر رہی ہوں آؤ ناڈیا لے جلدی سے کہا اور اسٹیل انجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔
پھر وہ دونوں لڑکیاں عمران اور بڑے میاں ایک قریبی رستوران کی طرف بڑھ گئے۔

رستوران کی کرسیوں پر بیٹھ کر بڑے میاں نے ویٹر کو اشارہ کیا اور سب کے
ایکایک پر چلنے کا آرڈر دے دیا پھر وہ اسٹیل کی طرف دیکھ کر بولے۔
”یہ ہم سب کو کیا ہوگی تھا مس، کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا
ہوں؟“

”جی ہاں ضرور،“ میرا نام اسٹیل ہے اور یہ نا ڈیا ہیں۔
”شکریہ مجھے ڈارک کہتے ہیں۔“

اور میں لائٹ ہوں۔ عمران جلدی سے بولا اور لڑکیاں چوہک کر اُن
دونوں کو دیکھنے لگیں بڑے میاں نے ایک گہری سانس لی تھی۔
”وہاں تو پوچھ رہا تھا کہ ہم سب کو کیا ہو گیا تھا۔؟“
”کیا آپ اس شہر میں اجنبی ہیں؟“
”بالکل، ہم تین دن قبل یہاں آئے ہیں۔“
”تب تو آپ کو اس واقعے سے حیرت ہونی چاہیے۔“
”اوہ تو کیا یہاں کے لوگ۔ میرا مطلب ہے؟“

نہیں اس میں لوگوں کی خطا نہیں ہم سب ایک ان دیکھی مصیبت کا شکار
ہیں۔ اسٹیل نے کہا پھر چوہک کر نا ڈیا کی خاموشی پر غور کرتے لگی اس کے بعد اس
نے عمران کی شکل دیکھی جو کنواری لڑکی کی طرح گردن جھکائے بیٹھا تھا
”کیا ہم دوسری میز پر چائے پی سکتے ہیں ڈیڈی۔“ اچانک عمران نے گردن
اٹھا کر کہا اور ڈیڈی کے لفظ پر بڑے میاں کے چہرے پر زلزلے کے آثار
 نمودار ہو گئے انہوں نے غوفی نظروں سے عمران کو دیکھا اور پھر سنبھل گئے۔

”کوئی مزج نہیں ہے انہوں نے بمشکل خود برتا بولپاتے ہوئے کہا۔ اور
 عمران نے ناڈیا کی طرف دیکھا ناڈیا خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور دونوں
 ایک دوسری میز پر جا بیٹھے۔ ناڈیا بار بار عمران کی شکل دیکھنے لگتی ویٹر نے ان
 کی چائے ان کے سامنے لا کر رکھ دی۔

”وہ آپ کے ڈیڑی ہیں ناڈیا نے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

”ہاں“

”لیکن آپ کے رنگ اور خدو خال میں بہت فرق ہے۔
 ”وہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں۔ عمران نے ممبروں کے سے انداز میں
 کہا اور ناڈیا اس کی شکل دیکھنے لگی عمران کے چہرے پر بے پناہ محسوسیت
 تھی اور بنانے کیوں ناڈیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرائی۔ ناڈیا خاموشی
 سے اس کی شکل دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر پسندیدگی کے تاثرات تھے
 کافی دیر خاموشی کے بعد وہ بولی۔
 ”کیا سوچنے لگے مسٹر لائٹ

ا وہ۔ عمران چونک پڑا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ میں اس عجیب
 و غریب حادثے کے بارے میں سوچ رہا ہوں“

”دیکھا۔ ناڈیا دلچسپی سے بولی“

”دہمی کہ یہ سب کچھ کس طرح ہو گیا۔ کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر
 ناڈیا گہری سانس لے کر بولی۔

”ہم لوگ کچھ انجانی قوتوں کے ماتحتوں میں کھیل رہے ہیں یہ انجانی قوتیں

ہمارے ذہن پر اچانک اثر انداز ہوتی ہیں اور ہم بالکل بے بس ہو جاتے ہیں نہایت
چند لمحوں کی اور پھر خلا میں گھومتے ہوئے بولی۔

ابتداء کہاں سے ہوئی تھی مجھے یاد نہیں یوں سمجھ لو بس عجیب سے حالات
میں یہاں کے لوگ بنظاہر خوش اخلاق منسار اور ہنس مکھ ہیں لیکن اچانک وہ
نظر کوں پر رقص کرنے لگتے ہیں میں بھی ان میں شامل ہوں وہ چلتے چلتے یاں
سے عاری ہو جاتے ہیں جس جگہ بھی کھڑے ہوں اُلٹے کھڑے ہو جاتے ہیں
اور ایسی ہی دوسری بہت سی حرکتیں اس وقت کوئی قوت ان کے ذہنوں
کو جکڑ لیتی ہے اور وہ پوری طرح اس کے تابع ہوتے ہیں ان کا اپنا
عمل کچھ نہیں ہوتا بس وہ اسی قوت کے زیر اثر سب کچھ کرتے ہیں بجانے کیسی
معیبت ہے ابھی تک ان خواہشات میں کوئی تقریب پیدا نہیں ہوئی تم سب
اس وقت سے خوفزدہ ہیں جب کوئی خطرناک بات ہو جائے۔

”مثلاً۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔
”مثلاً۔ وہ کھوئے کھوئے لمبے میں بولی۔ مثلاً لوگوں کے ذہنوں میں اچانک
یہ خیال پیدا ہو جاتے کہ وہ ایک دوسرے کا قتل کر دیں اس وقت صورتحال
کیا ہوگی یا پھر ان کا دل چاہے کہ وہ لوٹ مار کریں تو کیا یہ شہر جہنم کا نمونہ۔ نہ بن
جائے گا ایسی ہی دوسری بہت سی باتیں ہو سکتی ہیں۔
”ہاں۔ یہ درست ہے۔ عمران نے گردن ہلائی۔

”پھر کیا ہماری تشویش درست نہیں۔

درست ہے۔ لیکن دوسرے لوگ بھی تو تمہارے انداز میں سوچتے ہوں“

”دوسرے لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔“

”یہاں کی انتظامیہ اور وہ حکومت جو اس شہر پر اپنا حق سمجھتی ہے،
”دیکھا کرے، کوئی کیا کرے۔ ان انجانی خواہشات پر کون کنٹرول کر سکتا ہے
جب کہ ارکان حکومت پر اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“

”تمہارے یہاں کے سائنسدان اس بارے میں کام نہیں کر رہے؟“
”میں نہیں جانتی۔ کون کیا کرتا ہے میرے ڈیڈی بھی سائنسدان تھے
لیکن ان کا دماغ بالکل الٹ گیا ہے۔ عمران ایک دم سنبھل گیا اور پھر جہیز پر
حماقت طاری کر کے بولا۔“

”تمہارے ڈیڈی سائنسدان ہیں؟“

”تھے اور بہت بڑے سائنسدان تھے لیکن اب دیکھ نہیں ہے ان کا دماغ
اچانک الٹ گیا ہے ویسے اس کیفیت سے وہ بھی عاری نہیں ہیں۔“
”انہو نے سائنسدان کیسے ہوتے ہیں آج تک میں نے کسی سائنسدان سے
کو ہی نہیں دیکھا“

”میرے گھر چلو۔ ڈیڈی کی لیبارٹری اب بھی اس قدر خوبصورت ہے یہ دوسری
بات ہے کہ اب وہ بیکار پڑی ہے۔“

”ضرور چلوں گا اگر تمہارا کوئی حصر نہ ہو۔“

”حرج کیا۔ ہم لوگ تنگدل نہیں ہوتے اگر تم اس شہر میں اجنبی ہو تو تمہارے
جہان ہو اگر بتا کر دو تو تمہارے ساتھ ہی قیام کرو ہمیں بہت خوشی ہوگی سنڈیلا
بھی باہر سے آئی ہوئی ہے میری بچپن کی سیمیلی ہے پہلے یہیں رہتی تھی۔“

”واقوہ۔ میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں یہاں ہم دونوں خود کہ
بالکل تہمتا اور اجنبی محسوس کر رہے ہیں لیکن اب ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم عرصہ
سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔“

”تم کہاں مقیم ہو۔“

”سوٹل اسپرڈس میں۔“

”ادوہ۔ وہاں سمندر کے کنارے۔“

”ہاں۔“

”تم نے وہاں قیام کیوں کیا۔“

”وہیں اس شہر سے عدم واقفیت کی بنا پر۔“

”وہ سوٹل تو اچھا ہے لیکن شہر سے کافی دور ہے تمہیں بڑی تکلیف ہوتی ہو
بہر حال کوئی بات نہیں ہے اب جب تک تم یہاں ہو ہمارے ساتھ قیام کرو۔
”تمہارے ڈیڑی تو ناراض نہیں ہوں گے۔“

”میں کہہ چکی ہوں۔ ہم لوگ تنگدل نہیں ہوتے تمہیں ہمارے ساتھ رہ کر
ہوگی۔“

میں ایک بار پھر شکریہ ادا کروں گا۔ عمران نے خوش اخلاقی سے کہا اور تڑپا
مسکراتے ہوئے پھر ان دونوں کی نظریں بڑے میاں اور ان کی ساتھی لڑکی کے
طرف اٹھ گئیں دونوں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔

”کمال ہے۔ نا ڈیا نے کہا۔“

”وہ کیا۔؟“

”دیکھا“

”یہ سنڈریلا شاید ہی کسی سے بے تکلف ہوتی ہے تمہارے ڈیڑھی سے بہت جلد گھل مل گئی۔“

دو ڈیڑھی بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور ان کی ایک صلاحیت

یہ بھی ہے کہ لڑکیاں ان سے بہت جلد بے تکلف ہو جاتی ہیں۔

آؤ ان کے پاس ہی چل کے بیٹھیں دیکھیں وہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ ناڈیا نے کہا اور عمران بڑی شرافت سے اٹھ گیا اس کے ذہن میں بے شمار سوالات تھے۔

لڑکی سے جو تفصیل معلوم ہوئی تھی اس سے شہزادے کے بیان کی مکمل تصدیق ہو جاتی تھی لیکن اس کے باوجود ان سب چیزوں کا جواز ابھی تک تاریک میں تھا۔ آخر یہ سب کیا ہے اور کون سی قوت ان سب کو انگیٹوں پر نچا رہی ہے

اس کے دل میں الٹا کھڑا ہونے کی خواہش کس شہرت سے بیدار ہوئی تھی۔

یہ سب کیا تھا عمران بے پناہ ذہنی قوت رکھتا تھا اسے کوئی بھی اس کی مرضی

کے خلاف استعمال نہیں کر سکتا تھا لیکن اسے اعتراف تھا کہ اس خواہش

کے سامنے اس کی اپنی مرضی کچھ نہ رہ گئی تھی یہ سب کیا تھا۔ یقیناً کوئی خاص

ہی مسئلہ اور ممکن تھا کہ یہاں کے کسی باشندے کے سامنے رہ کر یہ مسئلہ حل

ہو سکتا ہو حال وہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتا تھا اس لمحے

سنڈریلا اس کی جانب آئی۔

آؤ ناڈیا۔ اوہ کیا نام بتایا تھا آپ نے مسٹر لائٹ۔ کیا آپ لوگ گفتگو

نے فارغ ہو چکے ہیں؟ سنڈریلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وتم سناؤ۔ مسٹر ڈارک سے بڑی گھل مل کر باتیں ہو رہی ہیں۔ ناڈیائے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور ناڈیہ پروفیسر ڈارک تو انتہائی عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں بے حد دلچسپ اور پُر لطف انسان یقین کر دان کی محبت میں ایک لمحے کے لیے اکتا نہیں ہوتی ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اتنے اچھے دوست مل گئے۔
 ”و خوب پھر کیا ارادہ ہے۔ ناڈیائے مترادف سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ان سے دوستی کب تک جاری رہے گی۔
 ”و جب تک یہ لوگ یہاں موجود ہیں۔ یقین کر دے پروفیسر حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں اسے یہ بلک بھونکنے میں دل کا حال بتا دیتے ہیں۔
 ”و یہ دونوں ہی حیرت انگیز ہیں لیکن تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اب یہ ہمارے مہمان رہیں گے۔“
 ”کیا مطلب؟“

”مسٹر لائٹ نے ہماری میزبانی قبول کر لی ہے۔“
 ”و ہاں سنڈریلا مسرت سے بولی۔“
 ”و واقعی۔ بس ہم انہیں ساتھ لے کر ہی چلیں گے۔“
 ”و سنڈریلا نے اس بات کی آرزو کی تھی مگر میں انہیں دعوت نہ دے سکی تم نے میری دلی خواہش پوری کر دی۔ سنڈریلا نے مسرت سے کہا اور بڑے میاں عمران کو گھونسنے لگے۔“

دو لک۔ کیا آپ اس بات سے ناسااض ہیں ڈیڈی! عمران اکیدم پوچھ بیٹھا
ڈیڈی کے لفظ پر بڑے میاں کے چہرے پر جھلک اٹھنے کے آثار نمودار ہو گئے لیکن
ایک بار پھر وہ سنبھل گئے اور انہوں نے آہستہ سے کہا۔

نہیں ٹھیک ہے اور عمران نے خوشی سے دانت نکال دیئے۔
پروفیسر ڈارک کی عالی شان کوٹھی میں تھابھی کون جو انہیں یہاں کسی بات
کی وقت ہوتی بیٹی باپ اور ملازم یا پھر سرج کل سنڈریلا مہمان تھی لیکن وہ ناڈیا
کے کمرے میں اس کے ساتھ ہی رہتی تھی انہیں کے برابر ایک بڑا کمرہ بڑے
میاں اور عمران کے لیے درست کر دیا گیا ویسے عمران کو اس کوٹھی کے سٹلے
پر حیرت تھی ابھی تک ناڈیا کے باپ سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی بچانے وہ
کس قسم کا آدمی ہے ممکن ہے وہ لڑکیوں کی یہ حرکت پسند نہ کرے اور انہیں
بے عزتی سے یہاں سے نکلنا پڑے۔

حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا عمران اگر عزمانیت پر اتر آیا تو پروفیسر
ڈورس کا تمام پاگل پن دھرا رہ جائے گا وہ اس سے بڑا پاگل تھا۔ لیکن
بہر حال ذہن میں یہ بات ضرور تھی اور بڑے میاں نے اس خدشے کا اظہار
کر ہی ڈالا۔

”ویہ زبردستی کی مہمانی کہیں نقصان دہ نہ ہو“

دیکھو۔ میں اپنی شخصیت بیلنے کی کوشش کر رہا ہوں اس کام میں
میرے ساتھ تعاون کرو تم نے ڈیڈی کہہ کر متعارف کر اگر میرے ضبط کا شاید
امتحان لیا ہے میں بہر حال اس امتحان میں پورا اترنے کی شدید کوشش کروں گا

لیکن مجھے جس ذہن کرب سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے وہ میرے خیال میں تمہارے لیے بھی سودمند نہیں ہے بڑے میاں نے تحلل سے کہا۔
ناصر آپ کو انکل کہتا ہے۔ عمران نے کہا۔
”اس کی ادربات ہے کہنا ہی چاہتے ہو تو تم بھی مجھے انکل کہہ لو لیکن۔
لیکن ڈیڈی۔“

کمال ہے پروفیسر میں نے آپ کا ہمدہ بڑھا دیا ہے عمران نے متحیرانہ انداز میں کہا اور پروفیسر ایک ٹھنڈی سانس لے کر چھت کی طرف گھورنے لگے پھر بولے۔

بہر حال میں فیصلہ کر چکا ہوں تم سب کو شش کرتے رہو دیکھتا ہو لگیں اپنے فیصلے پر کب تک عمل درآمد کر سکتا ہوں عمران نے کوئی جواب نہ دیا چند منٹ خاموش رہنے کے بعد بڑے میاں پھر بولے۔
”ہاں تو تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔
”کون سی بات“

”پہلی کزبردستی کی مہمانی کہیں نقصان دہ نہ ہو“
در بظاہر نہیں ہے اگر ہوئی تو بعد میں دیکھ لیں گے“
”ناصر اس بات کو پسند کرے گا۔“

”اے ہمارے آرام سے خوشی ہی ہوگی۔
”ارے۔ تم یہاں آرام کرنے آئے ہو۔ بڑے میاں جھلائے ہوئے انداز میں بولے اور عمران سرور نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”آپ کو غصہ آ رہا ہے پروفسر!“
 ”جو اس بڑے میاں زور سے ہنس پڑے پھر سنجیدہ ہو کر بولے،“
 ”ناصر زیر سمندر صرف ہمارا منتظر ہے اور ہم ابھی تک ایک بھی کام نہ کر سکے“
 ”ان افواہوں کا عملی تجزیہ ہو چکا ہے اب ان کے اسباب پر غور کرنا ہے۔“
 عمران نے کہا۔

صرف غور نہیں۔ کوئی ٹھوس معلومات بھی ہونا ضروری ہے۔“
 ”بالکل۔ عمران نے تائید کی اس وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور پھر
 ناڈیا کی آواز ابھری۔“
 ”دراںدر آ سکتی ہوں،“
 ”وہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ بڑے میاں نے جواب دیا اور ناڈیا مسکراتی
 ہوئی اندر آ گئی۔“

”چائے لگ گئی ہے تشریف لے لے،“
 شکریہ۔ عمران اٹھ گیا بڑے میاں بھی ساتھ ہی اٹھے اور دونوں ناڈیا
 کے ساتھ باہر نکل آئے ناڈیا انہیں لیے ہوئے عقبی دروازے کے خوبصورت لان
 میں منع گئی جہاں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں انہیں میں سے ایک کرسی پر سٹریلا
 بیٹھی ہوئی تھی جو انہیں دیکھ کر مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔
 ہیلو پروفسر ہیلو مسٹر لائٹ۔ اس نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کا۔
 استقبال کیا۔

ہیلو۔ بڑے میاں دلاویز انداز میں بولے سٹریلا نے ان کے لیے کرسیاں

کھینچ دیں اور وہ دونوں میں لڑکیوں کے ساتھ بیٹھ گئے اور ملازموں نے چائے سرد کرنی شروع کر دی۔

”وہ پروفیسر ڈورس کہیں باہر ہیں۔ عمران نے پوچھا۔
وہ ادھر نہیں لیبارٹری میں ہوں گے وہ کس کام ہی سے باہر نکلتے ہیں۔ اکثر کئی
کئی دن تک ملاقات نہیں ہوتی۔ ٹاڈیٹا نے فکرمند انداز میں کہا۔
”دہمیشہ یہی کیفیت رہتی ہے“

”دہمیشہ تو نہیں ہاں جب سے ان کا دماغ الٹا ہے اس وقت سے یہی
بیویزیشن ہے“

”مجھے افسوس ہے مس ٹاڈیا۔ ہم لوگوں کی وجہ سے آپ کو کسی قسم کی
تکلیف تو نہیں ہوگی۔“

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا آپ نے آنے سے تو رونق بڑھ گئی ہے میں تو
اس وقت کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوں جب آپ کے علاوہ سٹیلا
بس یہاں سے چلی جائے گی۔

”وہ بے شک آپ کو تنہائی بہت بری لگتی ہے عمران نے گردن ہلاتی اور پھر
خاص طور سے اس شکل میں جب کہ پروفیسر بھی لیکن آپ نے ان کا ڈاکٹری معائنہ
نہیں کرایا۔ میرا مطلب ہے کوئی مرض لا علاج تو نہیں ہوتا۔“

”ڈیڈی نے سختی سے اس بارے میں منع کیا ہے انہوں نے کہا ہے جس دن
میں نے کسی ڈاکٹر سے رجوع و کشش کی تو خود کشی کر لیں گے انہوں نے کہا ہے کہ اگر
انہوں نے خود کشی بھی نہ کی تو موت کا شکار ہو جائیں گے میں اس بات کو یاد رکھوں

اور اس کے بعد بے میری بہت نہ ہوئی۔

”ادوہ اس کا مطلب ہے کہ کبھی کبھی ہوش کی باتیں بھی کرتے ہیں“ بڑے

میاں نے پوچھا۔

دوہاں بظاہر تو کوئی بھی انہیں دیکھ کر دیوانہ نہیں کہہ سکتا بعض اوقات باتیں ایسی کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے حواس میں نہیں ہیں۔ آپ نے کبھی اس بات کا اندازہ کرنے کی کوشش کی نا ڈیا کہ ایسا کب سے اور کیوں ہوا اس سوال پر نا ڈیا تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئی پھر غور فرما کر انداز میں کہنے لگی۔

”مجھے خوف محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں ڈیڈی کے بارے میں کچھ بتاؤں اور وہ ان کے مفاد کے خلاف ہو میں اپنے ڈیڈی سے بے پناہ محبت کرتی ہوں مسٹر لائٹ بے شک بہر حال ہیں آپ کو مجبور کرنے کا کوئی حق بھی نہیں آپ کی یہی عنایت کیا کم ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کو اس قدر عزت بخشی پھر ہم تو غریب الوطن میں کچھ دن قیام کر کے یہاں سے چلے جائیں۔

میرا مقصد آپ کی دل آزادی نہیں تھا بس میں چاہتی تھی۔ وہ جلد ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی پھر بولی۔

میرے ڈیڈی محب الوطن ہیں وہ اپنے وطن کے لیے بڑے اچھے جذبات رکھتے تھے اور ہمیشہ اس دھن میں رہتے تھے کہ ملک کے لیے کوئی ایسی چیز ایجاد کریں جس سے ملک کو کوئی فائدہ پہنچے اور پھر چھ سال قبل انہوں نے ایک ایسا پروگرام بنالیا اس دن وہ بہت خوش تھے اور اپنی اس خوشی کو کسی پر ظاہر

کرنا چاہتے تھے وہ میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جیسے وہ اپنا رازدار بناتے چنانچہ مجھے انہوں نے اس چیز کے بارے میں بتایا جب سب کچھ بتا چکے تو انہوں نے مجھے سختی سے تاکید کر دی کہ اس کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤ ورنہ زندگی بس خطرے میں پڑ سکتی ہے۔“

میں نے زبان بند کر لی اور ڈیڑی لے اپنا کام شروع کر دیا لیکن انہوں نے وہ کام یہاں نہیں شروع کیا بلکہ اس کے لیے انہوں نے جنگل کے ایک حصے کا انتخاب کیا ہے ڈیڑی کام کرتے رہے کبھی دہ مجھے اس کے بارے میں بتا دیتے۔

مجھے ڈیڑی کے کام سے اس حد تک دلچسپی تھی کہ وہ کام ڈیڑی کر رہے تھے اور انہیں پسند تھا میں نے نہ تو ڈیڑی کا کام دیکھنا پسند کیا اور نہ کبھی ڈیڑی سے اس کی ضرورت محسوس کی انہوں نے صرف اتنا کہا کہ وہ کہیں اور یہ کام کر رہے ہیں۔

یہ چھ ماہ قبل کی بات ہے ڈیڑی تین دن گھر سے باہر رہے اور پھر جب واپس آئے تو ایک کلاسیکی نسخے کی دھن گنگنا رہے تھے میں نے ڈیڑی کو کبھی گنگنا تے نہیں سنا تھا مجھے بڑی حیرت ہوئی میں نے جب ان سے ان کی گمشدگی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے مجھے دو تین گانے سنا ڈالے تب مجھے احساس ہوا کہ ڈیڑی فرحتی طور پر غیر حاضر ہیں تاویا خاموش ہو گئی پروفیسر نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

”تب سے یہی کیفیت ہے“

”وہاں“

”وہ کیا اب بھی وہاں جاتے ہیں؟“ جہاں بقول ان کے انہوں نے کام شروع کیا تھا۔“

مجھے علم نہیں ہوتا۔ پہلے ڈیڑی میرے ساتھ کھانا کھاتے تھے چائے پیتے تھے لیکن اب کئی کئی دن تک میرے سامنے بھی نہیں آتے حالانکہ ان کی محبت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

”آپ نے ان سے اس بے اعتنائی کا شکوہ تو کیا ہوگا؟“
 وہاں۔ انہوں نے بڑی عاجزی سے مجھ سے معافی مانگ لی اور کہا کہ میں ان کی اس حرکت کو محاف کر دوں وہ مصروفیت کی بنا پر میری طرف زیادہ توجہ نہیں دے پا رہے ہیں۔

”کیا آپ کے خیال میں وہ اب بھی وہاں جاسکتے ہیں؟“
 کیوں نہیں اگر وہ جائیں بھی تو مجھے کیا معلوم لیبارٹری کا عقبی دروازہ دوسری طرف سے ہے ڈیڑی کی کار بھی وہیں رہتی ہے وہ جاکر واپس آسکتے ہیں مجھے کیا علم ہو سکتا ہے۔ ناڈیا افسردگی کا شکار ہو گئی اس وقت سنڈریلا بولے پڑی، ”وہ اس غمناک موضوع کو جانے دیں مسٹر لائٹ۔ ناڈیا غزدہ ہے براہ کرم اس موضوع کو ختم کر کے کوئی اور کام کریں“

در اصل یہ گفتگو کچھ ایسی عجیب تھی کہ میں اس پر بولتا رہا مجھے پروفیسر سے شدید ہمدردی ہے کاش میں مس ناڈیا کا غم بٹا سکتا۔ عمران نے کہا اور پھر کافی دیر خاموشی طاری رہی۔

”اوسے یہ کیا بات ہے۔ یعنی یہ خاموشی ہم لوگ خاموشی کے راستے پر کیوں
 بھٹک گئے۔ سنڈریلانے چونک کر کہا۔
 ”ہاں کچھ گفتگو ہی غلط شروع ہو گئی تھی بہر حال موضوع بدل دیا جائے
 ناڈیانے بھی تائید کی اور پھر سنڈریلا کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ ”ہاں سنڈریلا تم
 پروفیسر کی کچھ خصوصیتوں کا تذکرہ کر رہی تھیں۔
 ”ہاں۔ میں کہہ رہی تھی کہ پروفیسر دلوں کا حال بتا دیتے ہیں یقین کرودہ
 جان جاتے ہیں کہ تمہارے دل میں کیا ہے۔
 مکالمہ ہے۔“ وہ کیسے؟

”بھئی تم کوئی بات پوچھ لو وہ تم سے ایک آدھ سوال کریں گے اور پھر
 تمہاری اس بات کا بالکل صحیح جواب دے دیں گے۔“
 ”یہ کیسے ممکن ہے؟“

”وہ آزمائش شرط ہے۔ سنڈریلانے کہا اور ناڈیا پروفیسر کی شکل دیکھنے
 لگی عمران خاموش بیٹھا تھا وہ بظاہر ان لوگوں کی گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا
 لیکن اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا تھا وہ پروفیسر ڈورس کے بارے میں
 سوچ رہا تھا پروفیسر کون سی ایجاد کر رہا تھا جس نے اس کا دماغ الٹ دیا وہ
 یہ ایجاد لیبارٹری کے باہر بقول ناڈیا کے جنگلات کے کس خفیہ حصے میں کر رہا تھا
 دماغ الٹنے کے بعد بھی اس کا تجربہ جاری اور اگر اس کا تجربہ جاری ہے تو پھر اس
 کا دماغ کیوں الٹا نہیں یہ چھٹی حس ہی تھی جس نے عمران کو پروفیسر کے بارے میں
 سوچنے پر مجبور کر دیا۔“

دوسری طرف سنڈریلا اور بڑے میاں کی دلچسپ باتیں جاری تھیں ناڈیا کہہ رہی تھی۔

کیوں پروفیسر کس خاص موضوع پر سوال کیا جلے تو آپ جواب دیتے ہیں یا کسی بھی انداز میں۔

یہ تو آپ کی مرضی پر منحصر ہے سوال کیسا بھی ہو اس کا آپ کے چہرے کے عضلات ہبیا کر دیتے ہیں عضلات کی لکیریں آپ کے دل و دماغ کی تغیر سرتی ہیں یہیں صرف انہیں پڑھنے کا فن آتا ہے۔ بڑے میاں نے لڑکیوں کو بیوقوف بنایا وہ اچھا فرض کریں میرے دل میں ایک خیال ہے ظاہر ہے میں اس سوال کو زبان پر تو لانا نہیں سکتی آپ بتائیں میرے سوال کا جواب کیا ہے، ناڈیا نے کہا۔ سوال آپ کے ذہن میں آچکا ہے، بڑے میاں نے اس کے چہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔

”وہاں“

عذر کریں اپنے ذہن میں اس سوال کو پھر دہرائیں، انہوں نے کہا اور ناڈیا کی شکل دیکھتے رہے اور پھر انہوں نے ایک گہری سانس لی اور مسکرا کر نولے پسند کا سوال عمر سے نہیں ہوتا مس ناڈیا ممکن ہے مس سنڈریلا مجھے صرف ایک بزرگ کی حیثیت سے پسند کرتی ہوں اس کے علاوہ کوئی شکل ممکن بھی نہیں ہے چنانچہ آپ کے سوال کا جواب مس سنڈریلا لے سکتی ہے کہ وہ مجھے کس حیثیت سے پسند کرنے لگی ہیں، ناڈیا کا منہ حیرت سے کھل گیا اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہ متنبہ بھاڑے ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھی۔

”کیوں کیا ہوا، اہمہارا سوال کیا تھا۔ سنڈریلانے اس کی اس حالت پر مسکایا ہوئے پوچھا۔

”کمال ہے میرے خدا کمال ہے۔ ناڈیا کے منہ سے نکلا،
 ”دارے کیا ہوا کچھ منہ سے تو بول۔ سنڈریلانے بدستور مسکراتے ہوئے کہے
 ”اگر گستاخی نہ ہو تو مس ناڈیا کا سوال میں دہرائوں۔ بڑے میاں نے کہ
 ”دبتائیے پروفیسر خراس پاگل سی لڑکی نے کیا سوال کیا تھا۔“
 ”مس ناڈیا آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی وہ پوچھ رہی تھی کہ آپ کس
 حیثیت سے مجھ سے متاثر ہیں کیا آپ ایک مرد کی حیثیت سے مجھے پسند کر سکتی ہیں
 اگر ہاں تو کیوں۔ جبکہ میری اور آپ کی عمروں میں کافی تضاد ہے۔ بڑے میاں۔
 کہا اور ناڈیا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

”کیوں تو پیچھے سوچ رہی تھی نا۔“ اور ناڈیا نے اعتراف میں گردن ہلا دیا
 تب پھر تو نے پروفیسر کا جواب بھی سن لیا ہو گا اور اب پروفیسر صاحب یل
 بھی ایک سوال کروں گی۔“

”آپ کا سوال یقیناً مسٹر لائٹ کے بارے میں ہو گا یعنی یہ کہ مس ناڈیا
 کس بھی حد تک کرتی ہیں۔

”بالکل پروفیسر حیرت انگیز خدا کی قسم حیرت انگیز میں نے آپ سے
 زیادہ حیرت انگیز شخصیت نہیں دیکھی۔

لیکن افسوس میں یہ سوال مس ناڈیا سے نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ایک نام
 حرکت ہوگی نہ میں اس کے بارے میں کچھ بتا سکوں گا۔ بڑے میاں نے کہا اور

سندریلا ہنسنے لگی ناڈیا اب بھی حیران لگا ہوں سے پروفیسر کی شکل دیکھتے ہی

پھر وہ عجیب سے ہنسنے میں لگتی۔
آپ درحقیقت حیرت انگیز ہیں پروفیسر لیکن آپ یہ سب کچھ کس طرح

معلوم کر لیتے ہیں۔

درمیں چہرے کے عضلات کا ذکر کر چکا ہوں تمہارے چہرہ تمہارے دل کی

تغیر سے حرف پڑھنے والی آنکھیں درکار ہیں بڑے میاں نے کہا،
آپ بھی کچھ بولنے مسٹر لائٹ۔ آپ تو بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ سندریلا
نے عمران کو خاموش دیکھ کر کہا۔

درمیرا آپ بول رہا ہے یقیناً وہ مجھ سے کچھ آگے ہی بول رہا ہو گا پھر
میرے بولنے کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے عمران نے کہا اور بڑے میاں کو دیکھنے
لگا بڑے میاں بوکھلا کر بخیل جھانکنے لگے اور پھر وہ خواہ مخواہ ہنسنے لگے عمران
پھر سنبیدہ ہو گیا لیکن اس وقت اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی ایک اڈھیر عمر
کا شخص اس طرف آ رہا تھا اس کے چہرے پر رعب تھا لیکن شخصیت میں نہ
جانے کیوں ہلکا پن نظر آ رہا تھا۔

ڈوڈی۔ ناڈیا کے منہ سے نکلا اور وہ کھڑی ہو گئی اسے کھڑا دیکھ کر سب
ہی کھڑے ہو گئے آنے والا ان کے قریب پہنچ گیا اس کے چہرے پر خوشی کے
آثار تھے اور وہ اس طرح ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی عجوبہ دیکھ رہا

ہو۔

دوسیلو اس نے گرجدار آوانی میں کہا۔

”ہیلو پروفیسر۔ عمران نے خندہ پیشانی سے کہا ویسے اس کی آنکھیں گہری نظروں سے پروفیسر کا جائزہ لے رہی تھیں پہلی نگاہ میں وہ اسے کوئی قبا اور ذہین آدمی نظر آیا لیکن اس کے بعد گویا اس کی شخصیت پر پردے پڑ گئے عمران کے ہیلو کہتے ہی پروفیسر دُورس اچھل پڑا اور پھر اس کی خوشی بھر لوہ آواز نکلی۔

”اے واہ بولتے بھی ہیں،“

”ان لوگوں سے ملے“

”پہچانتا ہوں۔ اچھی طرح پہچانتا ہوں بھلا انہیں نہ پہچانوں گا۔ پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”وہ اچھا ناڈیا خوش ہو کر بولی۔ بھلا بتائیے ڈیڈی یہ کون ہیں؟“
”کبوتری کے نیچے سے نکلے ہیں میں نے ان کے انڈے اپنے ہاتھوں سے رکھے تھے مگر کیسے پیار سے نکلے ہیں اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ بولتے بھی ہیں پروفیسر نے کہا اور ناڈیا کے چہرے پر بدحواسی پھیل گئی اس نے معذرت آمینہ نظروں سے پہلے عمران اور پھر بڑے میاں کی طرف دیکھا۔

”دُخوب پہچانا پروفیسر۔ عمران نے گرم جوشی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور پروفیسر کا ہاتھ بھی بڑھ گیا دونوں نے مصافحہ کیا اور ٹکڑا نے اُسے کمرسی پیش کی وہ نہیں بیٹھوں گا نہیں بہت مصروف انسان ہوں میری کبوتری جنگل میں پرواز کر رہی ہوگی اسے تلاش کرنا ہے دانا دانا ہے پھر وہ انڈے دے گی اور تمہارے جیسے بہت سے بچے نکل آئیں گے مجھے بچے دیکھ کر بہت مسرت ہوتی ہے۔ ناڈیا نے کہا۔

”بچانے آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈیڈی جہانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے
 ناڈیا نے روٹھے ہوتے لہجے میں کہا۔

”دوسرے کیا کوئی غلطی ہو گئی۔ پروفیسر نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا
 ”آپ نے ان کی توہین کی ہے ڈیڈی آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا“

دوبھر کیا کرنا چاہئے تھا بتاؤ نا۔ میں۔ میں ان سے معافی مانگ لیتا ہوں مرغا
 بن جاتا ہوں پروفیسر کرسی سے اتر گیا اور پھر وہ باقاعدہ ٹانگوں میں ہاتھ ڈال
 کر مرغا بن گیا۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے مرغ کی سی بانگ کی آواز بھی نکل رہی تھی
 ناڈیا نے شرمندہ نگاہوں سے ٹران وغیرہ کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے پروفیسر

کے نزدیک پہنچ گئی بکھرے ہو جائے خدا کے لیے کھڑے ہو جائے آپ کیوں میری
 زندگی کے گاہک بن گئے ہیں وہ روہانے لہجے میں پروفیسر کو کھڑا کرتے ہوئی بولی
 اور پروفیسر کھڑا ہو کر احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگا ناڈیا اسے
 ڈھکیچتی ہوئی لیبارٹری کی طرف لے جانے لگی۔ دوسرے لوگ کھڑے اسے دیکھتے
 رہے تھوڑی دیر کے بعد وہ لیبارٹری کے اندر داخل ہو گئی۔

دوبے چاری ناڈیا کس مصیبت میں گرفتار ہے سنڈریلا نے ہمدردی سے کہا۔
 اسے پروفیسر کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہئے ایک بیمار آدمی کے ساتھ
 ہمیشہ اچھا سلوک کرنا چاہئے ورنہ اس کی مرض میں اضافہ ہوتا ہے کاش پروفیسر
 کا ذہنی توازن کھونے کی وجہ معلوم ہو سکے عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا لیکن
 وہ ان الفاظ سے کوئی کام نہ لے سکا اس کا خیال تھا کہ سنڈریلا سے کچھ اکلوائے اس
 سلسلے میں ناڈیا واقعی کچھ نہ جانتی تھی۔

ہاں عمران صاحب۔ میں سخت حیران ہوں کہ ابھی تک ٹرانسمیٹر استعمال بھی نہیں کیا خود میں نے اس کے لیے کوشش نہ کی بخانے آپ کس پوزیشن میں ہوں ناصر کی آواز سنائی دی۔

”میں نے سوچا کوئی کام کی بات معلوم کرنے کے بعد ہی تم سے گفتگو کروں“ عمران نے کہا۔

گویا کام کی بات ہو گئی ناصر نے دلچسپی سے پوچھا۔

”ہوتی تو نہیں صرف امکانات ہیں“

”خوب تفصیل معلوم ہو سکے گی“

مختصراً۔ یہاں میں ایک پروفیسر ڈورس کے ہاں پڑا ہوں جو ایک سائنسدان ہے پاگل سائنسدان مجھے وہ دلچسپ شخصیت کا مالک معلوم ہوتا ہے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا پروگرام بنا رہا ہوں اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو کام کا آدمی ثابت ہوگا۔

”خوب۔ بہر حال وجوہات آپ ہی سمجھتے ہوں گے“

”ہاں۔ بس ایک اندازے سے کام کر رہا ہوں دعا کرو کہ وہ اندازہ درست ہی نکلتے“ مجھے یقین ہے کہ وہ درست ہوگا لیکن آپ اس گھر میں کس حیثیت سے ہیں میرا مطلب ہے کہ“

”میں اس کا جہان ہوں“

”ونڈرفل اور یہ صرف آپ ہی کا کام ہے۔ ناصر نے توہین آمیز لہجے میں کہا“
ہاں زبردستی کا جہان بننے میں۔ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

”نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے درحقیقت عمران صاحب میں آپ کی بے

پناہ صلاحیتوں پر رشک کرتا ہوں

اور کچھ۔ عمران نے پوچھا۔

نہیں بس اب تو آپ کی اطلاع کے بعد ہی کچھ ہو سکے گا۔ ویسے انکل کا

کیا حال ہے“

”حیرت انگیز۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم نے ان پر کوئی کوشش نہیں کی

عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ ناصر نے حیرت سے کہا۔

ان کی ذہنی کاپی لپٹ میں کس تجربے کو دخل نہیں ہے عمران نے پوچھا۔

”اے نہیں عمران صاحب، خدا کی قسم نہیں میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا

ویسے آپ انکل سے پوری طرح واقف ہیں وہ بہت بڑے بہرہ پیے ہیں ممکن ہے

یہ بھی کوئی بہرہ ہو اور بہت جلد وہ اصل شکل میں آجائیں گے“

”اے آہستہ قریب ہی موجود ہیں۔ عمران نے دانت پیس کر کہا اور

اس کے قریب بیٹھے ہوئے بڑے میاں ہنسنے لگے وہ عمران اور ناصر کی گفتگو سنا

رہے تھے۔ کہنے دو کہنے دو اے۔ انسانیت کی طرف راغب ہونے پر انسان کے بارے

میں پہلے ایسے ہی شکوک و شبہات ہوتے ہیں اس کی غلط فہمی بڑے میاں نے کہا۔

اور عمران نے ان کے الفاظ سے نامر کو بھی آگاہ کر دیا نامر بھی ہنسنے لگا پھر وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

”ہر حال پروفیسر کی کایا پلٹ پر مجھے حیرت ہے تو پھر اب آپ کا کیا پروگرام ہے عمران صاحب؟“

”بس کام کر رہا ہوں۔ کسی بھی مناسب موقع پر دوبارہ تم سے گفتگو کر دوں گا عمران نے کہا۔“

”میں اور شہزادہ صرف آپ ہی کی رپورٹ کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھر بیٹھے ہیں آپ کی رپورٹ کے بعد ہی ہم کام شروع کریں گے۔“

”ٹھیک ہے خدا حافظ اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا گیا پھر وہ اسے جیب میں رکھ کر پروفیسر کی طرف دیکھنے لگا پروفیسر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے ”کیا سوچ رہے ہو پروفیسر؟“

”سوچ رہا ہوں دنیا کو کس طرح چین آئے گا کیا اس کے سکون پر آجانے کی کوئی شکل نہیں؟“

”بالکل نہیں۔ عمران نے جواب دیا۔“

”ہاں۔ میں بھی اس بات سے مایوس ہوں بہر طور چھوڑو ان باتوں کو سناؤ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”کیا آپ ان محترمہ کے ساتھ تنہائی پسند کریں گے؟“ عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ بڑے عیاں چونک پڑے۔“

”میرا مطلب ہے اگر آپ پسند کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“

مقصد بناؤ صاحب زادے تم جانتے ہو میں یہ لغوبات پھوڑ چکا ہوں
بڑے میاں نے کہا۔

بہر حال آپ سنڈریلا کو کسی بہانے وارے جایے میں ناڈیا سے کچھ گفتگو کرنا
چاہتا ہوں۔

وہ جواب دے گا لیکن تم اتنے اعتماد سے اس ضبطی پر شک کیوں کر رہے ہو؟
وہ ادہ آپ نے اس کا ذہنی تجزیہ کیا تھا پروفیسر۔ اچانک عمران نے پوچھا
وہاں بڑے میاں نے جواب دیا اور عمران دلچسپی سے ان کی شکل دیکھنے
لگے بولے۔

”پھر کیا پزیرش ہے؟“
”وہ درحقیقت ذہنی طور پر بنا کارہ ہے اس کا فرہم بھٹکا ہوا ہے اور
کسی خیال کی کوئی عملی شکل اس کے خیالات میں موجود نہیں۔“

”یعنی وہ پاگل ہے؟“
”سوفیصدی نہیں۔ لیکن کچھ فیصد نرور۔ بڑے میاں نے جواب دیا اور
عمران ایک گہری سانس لے کر کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔
”بہر حال ڈنر کے بعد۔“

”ٹھیک ہے بڑے میاں نے جواب دیا اور آرام کرسی کی پشت سے ٹیک
لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔“

ڈنر ٹیبل پر پروفیسر ڈورس موجود نہیں تھا سنڈریلا اور ناڈیا ان کی منتظر
تھیں دونوں کسی بات پر مسکرا رہی تھیں وہ دونوں بھی مسکراتے ہوئے کرسیاں گھٹ
کر بیٹھ گئے۔

”کسی بات پر نہیں آہی ہے“ بڑے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”وآپ نے اس کی پول خوب کھولی پر و فیسر۔ ناڈیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”دیکھا“

”یہی کہ یہ آپ کو پسند کرنے لگے ہے“
 اب سے کچھ دن پہلے شاید میں اس بات پر بہت خوش ہوتا لیکن اب
 میں نے اپنی حقیقت پہچان لی ہے ہر حال جانے دو ان باتوں کو مجھے ہمارے
 ہونٹوں پر ہنسی دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔
 ”میری ایک خواہش پوری کر دیں گے پر و فیسر۔ سنڈریل نے کہا۔

”ضرور۔ حکم کرو“
 ”حکم نہیں التجا۔ آپ ذرا اس ناڈیا کی بچی کے بارے میں بتائیے کہ یہ بھی کسی
 کو پسند کرتی ہے یا نہیں۔“

”اجازت کی ضرورت ہے بڑے میاں نے پوچھا۔“
 ”نہیں کوئی ضرورت نہیں۔“

”تب پھر یہ سوال آپ اپنی دوست سے کریں۔“
 ”ضرور۔ کہوں ناڈیا۔ کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو۔ سنڈریل نے کہا اور ناڈیا نے
 اس کی کمر پر گھونٹہ رسید کر دیا لیکن بڑے میاں اس کے خیالات کو بڑھ رہے تھے
 اور پھر وہ مسکرا کر بولے۔

”و جواب مل گیا ہے لیکن براہ کرم اسے رہتے رو رو رہے۔“
 ”ورنہ کیا پر و فیسر۔“

مدخواہ محواہ! میں اس شخص کے سامنے یہ بات نہیں کہہ سکتا پروفیسر نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ناڈیا کے کان کی گونجیں سسرخ ہو گئیں ملازموں نے کھانا سر دکن شرف کیا اور وہ کھانے میں مصروف ہو گئے کھانا خاموشی سے کھایا گیا اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر پروفیسر نے کہا۔
 ”کیا آپ اس بارے میں جاننے کی خواہش مند نہیں ہیں؟“
 ”ہاں ضرور ہوں“

تب آپ اپنی دوست سے تھوڑی دیر کے لئے معذرت کر لیں ہم دونوں آپ کے بائیں باغ کی سیر کریں گے۔
 ضرور آئیے۔ ہنڈرملانے مسکرتے ہوئے کہا اور ڈنر ٹیبل سے اٹھ گئے
 عمران کو بڑے میاں کی بہ ترکیب پسند آئی تھی بڑے میاں نے بڑی کامیابی سے
 سے ان دونوں کی تنہائی سیر کر دی تھی۔
 ”کیسے ہم لوگ بھی عقبی پارک کی سیر کریں۔“
 ”آئیے ناڈیا بھی اٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ عقبی پارک کے ایک
 کنج میں کبھی ہوتی ایک بیچ پر جا بیٹھے۔“

آپ بالکل خاموش ہیں ناڈیا۔ عمران نے سلسلہ گفتگو چھیڑا۔
 ”ہاں۔ میں آپ دونوں کے بارے میں سوچ رہی ہوں
 ”دیکھا،“

”پہلی کہ آپ دونوں کیسے باپ بیٹے ہیں۔ ایک دوسرے سے اس قدر فری
 پروفیسر بھی بے حد دلچسپ انسان ہیں۔“

”اور میرے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”وہ آپ بھی بہت اچھے انسان ہیں۔ ناڈیا نے شرماتے ہوئے کہا اور عمران اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر بولا۔

”نہیں مس ناڈیا۔ میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں آپ اتنی جلدی نہ کریں ممکن ہے میں اتنا اچھا نہ ہوں جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔

”دو میں نے جو کچھ سمجھا ہے اس پر مطمئن ہوں براہ کرم میرے خیالات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں میں تو اس وقت کبابے میں سوچ رہی ہوں جب آپ یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔“

”اس وقت کیا ہو گا۔“

”کچھ نہیں میری دنیا اور ویران ہو جائے گی میرے گرد اندھیرے اور بڑھ جائیں گے وڈی ٹھیک تھے تو سب کچھ میرا تھا لیکن ان کی اس کیفیت کے بعد میں خود کو ایک ویران کھنڈر سمجھنے لگی ہوں۔ ناڈیا کی آنکھوں میں آنسو آگئے میں تمہارے ڈیڈی کے لیے افسردہ ہوں ناڈیا۔ کسی عمدہ شخصیت کے مالک میں بے چارے لیکن۔ میرے دل میں کچھ سوالات چل رہے ہیں ناڈیا۔ لیکن میں نے سوچا تم برا محسوس نہ کرو میں بے ہمتی سے خود کو روکا ہوں۔ عمران نے گھبراہٹ میں کہا۔

”ہاں۔ وڈی بے حد ذہین انسان ہیں۔

”اگر برا محسوس نہ کرو تو مجھے پروفیسر کے اس تجربے کے بارے میں بتاؤ جو وہ یہاں سے دور کس خفیہ تجربے کا ہے۔ میں کر رہے تھے ممکن ہے انکا ذہن

مرض اس تجربے سے کوئی تعلق رکھتا ہونا ڈیانا اس کی آنکھوں میں دیکھا اور کسی سوخ میں گم ہو گئی۔

اس سوال پر شرمندہ ہوں نا ڈیا دل کھول کہیں وکھا سکتا میرے سوال میں کوئی لاپرواہی کوئی فریب نہیں ہے خلوص سے پوچھ رہا ہوں ممکن ہے پروفیسر کی بیماری کا راز معلوم کر سکوں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ راز میرے سینے میں دفن رہے گا اور اس سے تمہیں یا پروفیسر کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا عمران چوٹ پر چوٹ لگاتے ہوئے بولا۔

میں۔ میں آپ میرا اعتماد کرتی ہوں مسٹر لاسٹ اور اب میں بھی زندگی سے اکتا گئی ہوں میں کوئی تبدیلی چاہتی ہوں میں آپ سے کچھ نہیں چھپا سکتی میں آپ سے محبت کرتی ہوں اس نے عمران کے سینے سے سر ٹکا دیا۔

تم ہمیشہ مجھے دوست پاؤ گی نا ڈیا تمہیں مجھ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اگر تمہارے ڈیڈی کی بیماری کا راز پا گیا تو وعدہ کرتا ہوں انہیں ٹھیک کر دوں گا اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ نا ڈیا گھر دن ہانے لگی پھر وہ عمران کے سینے سے سر اٹھا کر کہنے لگی۔

انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ انہوں نے ایک مشین ایجاد کی ہے ایک آلہ مشین جسے تیار کر کے وہ اپنے ملک کو پیش کر دیں گے ڈیڈی کا خیال تھا کہ اس مشین سے خارج ہونے والی مخصوص قسم کی شعاعیں اپنا حکم اجتماعی طور پر چلا سکتی ہیں وہ ایک پوری فوج کو حکم دے سکتی ہیں کہ وہ ہتھیار ڈال دے یا اپنی گھر دن خود کاٹ لے اور ایسی کوئی مشین ملک کے لیے کس قدر فائدہ

ہو سکتی ہے آپ غور کریں مسٹر لائٹ کوئی ہمارے ملک پر حملہ آور ہوتا
 اس کی فوجوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور۔ اور اچانک
 ان فوجوں کو ایک اجتماعی حکم ملتا کہ وہ ہتھیار ڈال کر خود کو گرفتاری کے
 لیے پیش کر دیں فوجوں کو اس حکم کی تعمیل ضروری ہوتی اور اس طرح ہم بڑے
 سے بڑے دشمن پر قابو پا سکتے تھے۔ ناٹیا بتا رہی تھی اور عمران کا چہرہ جوش
 سے سرخ ہو رہا تھا اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک لہرا رہی تھی اسے اُسے
 کھڑے ہو جانے والے یاد آ رہے تھے جو اجتماعی طور پر ایک حکم کی تعمیل کرتے
 تھے۔



گویا تم کوئی کام کی بات کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بڑے میاں نے اس کی
 شکل دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”شاید“

”مجھے نہیں بتاؤ گے“

”درا بھی غیر یقینی حالات ہیں پر دنیس میرا خیال ہے لیبارٹری کی تلاشی سے
 ہم ضرور کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

ٹھیک ہے تم اس سلسلے میں نام سے بھی زیادہ سخت ہو بہر حال ہمتاری مرضی“
 بڑے میاں نے شلنے اچکائے اور دونوں کمرے سے نکل آئے۔
 رات کے دو بجے تھے چاروں طرف تاریکی اور سنڈے کا راج تھا برابر والے
 کمرے میں بھی لائٹ بلب جل رہا تھا جس میں سنڈریلا اور ناڈیا سو رہی تھیں عمران
 نے کی ہول سے جھانک کر اندر کا منظر دیکھا۔

دونوں لڑکیاں ایک ہی بستر پر ایک دوسرے سے پٹی ہوئی سو رہی تھیں
 اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بڑے میاں کو اشارہ کر کے آگے بڑھ
 گیا باہر نکلنے کے بعد ان کا رخ لیبارٹری کی طرف ہو گیا

تھوڑی دیر کے بعد وہ لیبارٹری کے دروازے سے اندر داخل ہو رہے
 تھے بڑی شاندار لیبارٹری تھی جس سے پروفیسر ڈورس کی کاوشوں اور نوآباد
 کا اندازہ ہوتا تھا کسی جگہ پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوئی اور وہ پوری طرح
 لیبارٹری کا جائزہ لیتے رہے پھر وہ اس جگہ میں پہنچ گئے جہاں پروفیسر کے کاغذات
 رک میں لگے ہوئے تھے عمران نے ریک میں رکھے ہوئے کاغذات کی جانچ پڑتال
 شروع کر دی بہت سی ایجادات کے فارمولے تھے لیکن انہیں جن بے احتیاطی
 سے رکھا گیا تھا وہ حیرت انگیز تھی اور اس سے درحقیقت پروفیسر کی سادگی
 یا پاگل پن کا اظہار ہوتا تھا ورنہ ایسی چیزیں اس طرح نہیں رکھی جاتیں۔

عمران کاغذات کی سلاشی لیتا رہا لیکن ان سے انہیں کوئی کام کی بات معلوم
 نہ ہو سکی اور اس نے بالوسی سے گردن ہلائی پھر وہ دہاں سے آگے بڑھ گئے ایک
 کمرے میں انہیں پروفیسر سوتا ہوا نظر آیا وہ بچوں کی سی معصومیت پھرے پر لیٹ

سورہا تھا عمران نے اسے دیکھ کر ایک گہری سانس لی اور پھر وہاں سے
پہٹا۔

ابھی وہ اس کمرے سے نکلے بھی تھے کہ اچانک ایک عجیب سی آواز نے انہیں
چونکا دیا یہ آواز کوئل کی آواز سے مشابہہ تھی اور بنجانے کہاں سے آہی تھی شاید
لیبارٹری میں سہاسی آمد کی اطلاع ہو گئی ہے۔ بڑے میاں ہونٹ سکڑ کر بولے
شاید عمران نے کہا اور ایک ستون کی آرٹیں ہو گیا یہ بھرا نہوں نے چند منٹ
کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھلتے دیکھا جس سے وہ چند لمحات قبل نکل کر
آئے تھے کمرے سے پروفیسر باہر نکل آیا اور اس نے بڑی عجلت میں لباس
تبديل کیا پھر وہ لباس درست کرتا ہوا دروازے کی طرف بھاگا۔

”آؤ۔ عمران نے بڑے میاں کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بھی پروفیسر کے
پیچھے دوڑنے لگے۔ پروفیسر باہر نکل آیا تھا اور پھر وہ ایک دین کے نزدیک
پہنچ گیا جو ایک طرف تاریکی میں کھڑی تھی۔

عمران نے صرف ایک لمحے سوچا اور پھر وہ بڑے میاں کا ہاتھ پکڑ کر دین
کے نزدیک پہنچ گیا دین کی چھت پر سامان رکھنے کا کیرپٹر لگا ہوا اس نے
پھرتی سے بڑے میاں کو دین پر چڑھایا اور خود بھی چھلانگ لگا کر اس کے
بچھت پر پہنچ گیا اتنی دیر میں پروفیسر ڈورس دین اسٹارٹ کر چکا تھا اور پھر
دین کو ٹھکی کے عقبی دروازے سے باہر نکل گئی۔

بڑے میاں دین کے کمرے کو پوری قوت سے پکڑے ہوئے تھے انہیں عمران
پر شدید تاؤ آ رہا تھا جس نے ان پر بھی یہ مصیبت نازل کر دی تھی اگر وہ نہیں

زبردستی دین کی چھت پر نہ پھینک دیتا تو وہ کبھی بھی اس بے تکے سفر کے لیے تیار نہ ہوتے۔“

وہ دل ہی دل میں کلس رہے تھے لیکن منہ سے کچھ نہ کہہ رہے تھے یہ ان کے پروگرام کے خلاف ہوتا اور اب تو پھر کچھ کہنے کے بجائے جان بچانے کی کوشش زیادہ مقدم تھی دین کی رفتار بہت تیز تھی اور اگر فوراً اسی بھی بے احتیاطی ہو جاتی تو وہ بڑے اطمینان سے اڑتے ہوئے نیچے جا سکتے تھے اس وقت عمران کی سرگوشی ان کے کان میں گونجی۔

”مزا آ رہی ہے ناپرو فیس صاحب!“

بڑے میاں کے ذہن میں منانجات کا ایک طوفان اہل پڑا لیکن انہوں نے مضبوطی سے دانت بھینچ لیے عمران بڑے آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ دلساس نے سر اٹھا رکھا تھا اور راستہ دیکھتا جا رہا تھا وہ تاریکی کے باوجود اس راستے کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس میں کسی حد تک کامیاب بھی تھا۔

دین کا سفر کافی طویل تھا اور اب وہ جنگلات میں داخل ہو چکی تھی ناہموار راستہ تھا اور اوپر سے درختوں کی ٹہنیاں دین کی چھت سے ٹکرا رہی تھیں بڑے میاں کا جسم پھوڑے کی طرح دکھنے لگا ان کے جسم پر کئی خراشیں بھی آگئیں تھیں۔

خدا خدا کر کے سفر ختم ہوا دین برگد کے ایک انتہائی چوڑے اوپھیلے ہوئے درخت کے سائے میں رکھی تھی انجن بند ہوتے ہی عمران اچھلا اور حد

کی ایک شاخ سے ٹھک گیا اور پھر وہ بڑی پھرتی سے بند رہی کی طرح اونچی شاخ پر جانے لگا شاید وہ وہاں سے پروفیسر ڈورس کو دیکھنا چاہتا تھا البتہ بڑے میاں اس کی طرح دین کی چھت پر لیٹے رہے۔

عمران نے پروفیسر ڈورس کو دیکھا جو دروازہ کھول کر نیچے اترا اور درخت کے اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تنے کے نزدیک بیٹھ کر کچھ ٹوٹنے لگا پھر عمران کو ایک ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی اور اس کے بعد اس نے پروفیسر کو تنے سے غائب ہوتے دیکھا گویا اس تنے میں کہیں جانے کا راستہ ہے اس نے سوچا اور اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔

وہ اطمینان سے درخت کے تنے کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر جھک کر اس کل کو تلاش کرنے لگا جس سے برگد کے درخت میں دروازہ نمودار ہوتا تھا کچی منٹ کی کوشش کے بعد اسے درخت کی ایک جڑ مل گئی جو دوسری۔ جڑوں کی نسبت ٹھنڈی تھی عمران نے اس کو دبایا تو وہی سرسراہٹ ہوئی اور عمران کے سامنے ایک چوکور دروازہ کھل گیا عمران نے جیب میں رکھا ہوا ہسٹول نکال لیا اور دروازے سے اندر داخل ہو گیا اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

عمران نے چند لمحات دوسری طرف آہٹ کی اور پھر دوسرے دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہو گیا اندر کا دروازہ اس کے داخل ہونے کے بعد خود ہی خود بند ہو گیا دوسری طرف ایک عظیم الشان ہال نظر آ رہا تھا اس ہال میں عمران نے ایک انتہائی عجیب ساخت کی مشین دیکھی جس میں بینکڑوں ڈائل روشن

تھے عجیب ساخت کی روشنی کی لہر میں اس سے نکل کر چاروں طرف نشر ہو رہی تھیں اور سخت کے ایک کونے میں پروفیسر اس طرح ہاتھ باندھے کھڑا تھا جیسے کس بادشاہ کے حضور میں کھڑا ہو۔

پروفیسر کے سامنے ہی ایک عجیب الخلق انسان کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک سرخ نقاب تھی آنکھ کی جگہ سوراخ تھے اس کے سامنے ہی ایک شیشے کا باکس سا رکھا ہوا تھا جس پر ایک سرخ شعاع منعکس تھی اور یہ سرخ روشنی ایک بہت بڑے ترشے ہوئے ہیرے سے نکل رہی تھی جو چھت میں ایک جگہ گردش کر رہا تھا۔

عمران حیرت سے اس پوری سچویشن کو دیکھنے لگا، ہیرے سے منعکس ہونے والی شعاعیں اس شیشے میں پڑ رہی تھیں اور وہاں اس جیسے آدمی کا خاکہ ابھرتا جا رہا تھا چند منٹ کے بعد شیشے کے اندر کا انسان مکمل ہو گیا اور وہ دروازے کو کھول کر باہر نکل آیا اس کے بعد خالی شیشے کے اندر دوسرے انسان کا نکلنے لگا اسی طرح پندرہ منٹ کے عرصے میں چار آدمی باہر نکل آئے اور چاروں ایک لائن میں کھڑے ہو کر پروفیسر کو گھوم رہے تھے اور پروفیسر کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

”ہیلو پروفیسر۔ آواز انسانی تھی اور زبان مافوس لیکن ایسا لگتا تھا۔ جیسے الفاظ کسی مشین سے نکلے ہوں نمبر مربوط پروفیسر نے جھکی ہوئی گردن اٹھائی۔ ”وہم تمہاری خیریت معلوم کرنے آگئے کیا حال ہیں پروفیسر؟“

”ٹھیک ہوں۔ پروفیسر نے کہا۔

”کیا تم ہماری تفریحات سے بیزار ہو پروفیسر“
 ”میرے۔ اہل وطن پریشان ہیں اور تم میری بے نزاری کی بات کرتے ہو۔
 پروفیسر نے غصے سے کہے میں کہا اور وہ چاروں ہلنے لگے
 اس سے کیا فرق ہے پروفیسر ہم نے ایک ذریعہ تفریح تلاش کیا اور تم
 اس سے بے نزاری کا اظہار کر رہے ہو۔

میں تمہاری اس تفریح پر لعنت بھیجتا ہوں میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے
 اس سحر سے آزاد کر دیا جائے اور اس مشین کو تباہ کر دیا جائے۔
 ایسا نہیں ہو سکتا پروفیسر۔ یہ لوگ عمران کی سمجھ میں نہیں آئے تھے جیسے
 وہ اس سرزمین کے باشندے ہوں لیکن بہر حال وہ اس سرزمین کی زبان بولتے
 رہے تھے اور ان کی گفتگو سے معاملات کچھ کچھ عمران کی سمجھ میں آ رہے تھے۔
 بہر حال اس گفتگو سے پروفیسر کی شخصیت بھی روشنی میں آگئی تھی گویا وہ
 پکا گل نہیں تھا بلکہ کسی خاص ذریعے سے اسے مفلوج کر دیا گیا تھا اور اسے
 مفلوج کرنے والے جب اسے سامنے بلائے تو وہ ٹھیک حالت میں ہوتا تھا اور
 اس کو تمام باتوں کا احساس ہوتا۔ یہ سب معلوم ہو جانا بہت بڑی کامیابی تھی
 اور عمران اس کامیابی سے بے حد خوش تھا وہ ناصر کو مکمل تفصیلات بتا سکتا
 تھا اور اس کے بعد صرف ناصر کا کام رہ جاتا کہ وہ کس طرح اس مشین اور ان
 لوگوں سے پڑتا ہے اور اس وقت اس نے ان میں سے ایک آدمی کو چونکتے دیکھا
 اس کے الفاظ سن کر عمران کو پتہ چل گیا کہ کس پر اسرار ذریعے سے اس پر اسرار
 مخلوق کو اس کے بارے میں پتہ چل گیا جبکہ پروفیسر اس کی موجودگی سے مکمل طور پر

لا علم ہے۔ اب عمران کا خود کو پوشیدہ کرنا ضروری تھا اس نے چاروں طرف دیکھا دیو ہیکل مشینوں کے پیچھے خود کو پوشیدہ کرنا زیادہ مشکل کام بھی نہیں تھا چنانچہ وہ پھرتی سے ایک مشین کی آڑ میں ہو گیا اس کا پستول آگ برسانے کو تیار تھا اچانک اس کے کانوں میں ایک عجیب سی بھنھناہٹ گونج رہی تھی جس نے اس کے ذہن پر اثر کرنا شروع کر دیا۔

مداوہ - عمران نے زور سے گردن جھٹک دی وہ اپنے ذہن کو اس بھنھناہٹ کی گرفت میں نہیں آنے دینا چاہتا تھا اس نے زبان دانتوں میں دبالی اور پسینے لگا زبان میں خون نکل آیا لیکن بھنھناہٹ پوری طرح اس پر حاوی ہو رہی تھی۔ اور پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا پھر اسے ایک آواز سنائی دی۔
 تم جو کوئی بھی ہو۔ سامنے آ جاؤ اور اس کے قدم خود بخود اٹھنے لگے اور مشین کے پیچھے سے نکل آیا اور مست قدموں سے ان کے سامنے پہنچ گیا جو مشین کے پاس کھڑے ہوئے تھے پروفیسر ڈورس متحیرانہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ عمران پتھر کے بت کی ساکت کھڑا تھا۔ سپر میں تقسیم کے قوی ہیکل انہیں نقاب کے اندر سے اسے گھورتے رہے پھر ان میں سے ایک آگے بڑھ آیا۔
 ”وتم کون ہو؟“

”علی عمران“ عمران کے منہ سے آواز نکلی۔ اور پھر وہ ان غیر مرئی انسانوں کے مختلف سوالوں کے جواب دیتا رہا اس کے سوچنے سمجھنے کی قوت منفلوج ہو گئی تب وہ لوگ پروفیسر ڈورس کی طرف دیکھ کر گردن ہلانے لگے پروفیسر خفک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا وہ کبھی عمران کو اور کبھی ان لوگوں کو دیکھنے لگتا

چند منٹ کے بعد پروفیسر ڈارک پیراٹینان قدموں سے چلتے ہوئے اندر آگئے۔
اور عمران کے برابر میں کھڑے ہو گئے۔

”تم اس کے ساتھ ہی ہو۔ پھر میں نے پوچھا“

”ہاں۔ بڑے میاں کے منہ سے مشینی آواز نکلی“

”ٹھیک ہے تو اب تم لوگوں نے یہاں اس مشین کے بارے میں معلومات کرنی
ہیں اب تم کیا کرو گے۔“

ڈاکٹر النسیمر پیر ناصر کو اطلاع دیں گے وہ ہمیں آبدوز پر بلا لے گا اور پھر ہم
اسے تفصیل بتائیں گے۔“

ٹھیک ہے تم سب کچھ حسب معمول کرو گے تم ناصر کے پاس جاؤ گے انتہائی
احتیاط سے انہیں رپورٹ پیش کرو گے اور پھر اچانک حملہ کر کے ان دونوں کو
قتل کر دو گے اور پھر انہی پستولیوں کی نالی اپنی کنیٹ پر لکھ کر خود کشی کر لو گے
یہی ہونا چاہیے ہی ہو گا۔ کیا تم ہی کرو گے۔

”ہاں۔ ہم ہیں سب کچھ کریں گے۔“ عمران اور پروفیسر ڈارک کے منہ سے
ایک وقت نکلا اور سپرین پروفیسر ڈورس سے مخاطب ہو کر بولا۔

اد کے پروفیسر ان شریف آدمیوں کو ان کے مطلوبہ ساحل پر چھوڑ دو اور
تم اپنی اصلی حیثیت میں واپس آ جاؤ۔

سنو تو سہی سنو تو سہی ایسا نہ کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو یہاں
سے واپسی پر مجبور کر دوں گا۔

بھو اس مت کہ وہ پروفیسر ڈورس۔ تم ہماری بات کاٹنے کی کوشش کر رہے ہو

دو بیس تم سے اپنے ہم وطنوں کے لیے رحم کی بھیک مانگتا ہوں ان پر رحم کرو
 یہ مشین یہاں سے لے جاؤ میری پوری لیبارٹری یہاں سے لے جاؤ میں تمہیں سب
 کچھ دے سکتا ہوں۔ میں تمہارے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ میں میں
 دو بجو اس مت کرو۔ پروفیسر اس کے بعد تم اور کوئی بات نہیں کہو گے انہیں
 لے جاؤ اور ان کے مطلوبہ ساحل پر چھوڑ کر اپنی کوٹھی واپس جاؤ۔ پروفیسر
 نے ٹھنڈی سانس بھری اور پھر واپسی کے لیے مرگیا عمران اور پروفیسر بھی
 اس کے ساتھ باہر آئے۔ واپسی کا سفر دین کی چھت پر نہیں بلکہ انڈر سیٹوں
 پر ہوا اور اب دین کا رخ ساحل کی طرف تھا اس ساحل کی طرف جہاں سے وہ
 ہوٹل اسپرنگ آئے تھے



اچانک ایک طرف لگی ہوئی ایک مشین سے سیٹی کی سی آواز ابھری اور ناصر
 چونک پڑا اور دوسرے لمحے وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور مشین کے نزدیک
 گیا اس کے مشین کے سوچے آن کر دیئے اور گلا صاف کر کے بولا۔
 ”ہیلو۔ کون بول رہا ہے“

”عمران“

”اوہ خیریت تیلیٹ عمران صاحب میں شدت سے آپ کی کال کا انتظار کر رہا
 ہوں“ خیریت ہے نا۔“

”ہاں بہت سی معلومات جمع ہو گئی ہیں۔ میں ساحل پر موجود ہوں۔“
 ”اوہ۔ ویسی گڈ۔ میں بلائن کشتی کے ساحل کی طرف بھیج رہا ہوں۔“

”میں انتظار کر رہا ہوں“ مہبران نے جواب دیا اور پھر شین کا بلب آف ہو گیا جس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف سے ٹرانسمیر بند کر دیا گیا نامر جلدی سے وہاں ہٹ گیا اور آبدوز کے ایک حصے میں پہنچ کر اس نے چند ٹپ اُلی کر دیئے پھر وہ لیور بنانے لگا اور ایک اسکرین روشن ہو گیا اسکرین پر چھوٹی آبدوز کشتی پانی میں اترتی نظر آ رہی تھی اور وہ ایک مخصوص گہرائی میں پہنچنے کے بعد سیدھی گہرائی میں آگے بڑھنے لگی اس کا رخ ساحل کی طرف تھا نامر اسکرین پر سب کچھ دیکھ رہا تھا بلائیں کشتی ساحل کی طرف بڑھتی رہی اور پھر وہ ساحل کے نزدیک پہنچ کر بلند ہونے لگی جب وہ سطح پر پہنچ گئی تو ساحل کی ریت پر نامر کو دو سیاہ دھبے نظر آئے

رات کا آٹھ بج رہا تھا اور ساحل تاریک اس لیے ان دھبوں کی شکل نہیں نظر آئی تاہم نامر جانتا تھا کہ عمران اور پروفسر ڈارک کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے بلائیں کشتی ساحل پر پہنچ گئی اور دونوں دھبے کشتی میں بیٹھ گئے کشتی کے اوپری حصے آپس میں جڑ گئے اور پھر وہ سمندر میں واپس آ گئی دوسرے لمحے وہ گہرائیوں میں بیٹھ رہی تھی۔ نامر نے اسکرین آف کر دیا اور عمران کا انتظار کرنے لگا۔

”اس کا مقصد ہے عمران نے کوئی کام کی بات معلوم کر لی ہے۔ شہزادے نے کہا۔“

”تم عمران کو نہیں جانتے دوست اگر تم اس کی حقیقت معلوم کر لو تو میری طرح تمہیں بھی یقین ہے ہو جائے کہ عمران کچھ نہ کچھ معلوم کر کے ہی آئے گا۔“

وہ آپ سب لوگ ہی حیرت انگیز ہیں۔ شہزادے نے مسکراتے ہوئے کہا اور

ناصر کلاکی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا
 ”وہ اب وہ آبدوز کے نزدیک ہوں گے مجھے یقین ہے کہ اب وہ آبدوز کے اندر
 داخل ہو رہے ہوں گے اور پھر وہ اس دروازے کے نزدیک پہنچ گئے جس سے
 عمران اور پروفیسر ڈارک اندر آنے والے تھے۔“

ناصر کا ایک ایک لمحے کا اندازہ درست نکلا عمران اور بڑے میاں اندر آگئے
 لیکن ان دونوں کے چہروں پر سنجیدگی عجیب تھی ناصر نے کم از کم عمران کو کبھی
 اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔

”کیا بات ہے عمران صاحب۔ سب ٹھیک ہے نا۔ ناصر نے ایسے غور سے
 دیکھتے ہوئے کہا۔“

”ہا ہا۔ سب خیریت ہے عمران نے جواب دیا اس کے ہونٹوں پر پھینکی سی
 مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن اس کی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا ساتھ نہیں دیا۔
 اور یہی بات ناصر کو کھٹک گئی اسے احساس ہوا کہ عمران کچھ غیر فطری سی کیفیت
 میں ہے اور ناصر کے ذہن میں انجانے خدشات جاگ اٹھے۔“

”رپورٹ پیش ہے“ عمران نے کہا اور ناصر اس کی حکیدار آنکھوں میں
 دیکھنے لگا پھر اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

”آئیے عمران صاحب یہاں آئیے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ اور عمران خاموشی
 سے آگے بڑھ گیا ناصر اسے مخصوص کیمین میں لے گیا اور پھر وہ ایک طرف دیوار
 کے سہارے کھڑا ہو گیا دیوار میں کئی بٹن لگے ہوئے تھے یہاں پہنچ کر ناصر نے پروفیسر
 کو بھی غور سے دیکھا ان کی کیفیت عمران سے مختلف نہ تھی۔ دل ہی دل میں ناصر

کو سخت حیرت ہوئی عمران جیسا آہن ذہن کا انسان کسی کے چکر میں آ نہیں سکتا پھر اسے کیا ہوا۔ بہر حال اسے یقین ہو گیا کہ کوئی نہ کوئی نگر بڑھڑھو رہا ہے اور وہ ہر قسم کی صورت حال سے پیٹنے کے لیے تیار تھا۔

رپورٹ پیش ہے۔ عمران نے کہا۔ اس تمام فساد کی جڑ ایک پروفیسر ہے جس کا نام ڈورس ہے جس کے بارے میں پہلے بھی تمہیں بتایا تھا میں پروفیسر ڈورس کا تعاقب کر کے اس مشین تک پہنچ گیا جو ایک برگد کی جڑ سے شروع ہونے والے راستے کے اختتام پر ایک ہال میں ہے یہ مشین پیٹرنم کی ہے اور اس سے اجتماعی طور پر لوگوں کو پیٹا ٹائز کیا جاسکتا ہے مشین پروفیسر ڈورس نے بنائی ہے میں اسے دیکھ چکا ہوں۔

”خوب۔ اس کا مقصد کیا ہے عمران صاحب۔ ناصر نے پوچھا۔

”مقصد۔ مقصد عمران لہجے ہوئے انداز میں بولا اور پھر اس نے پروفیسر کی طرف دیکھا پھر اچانک بجلی کی سی چمک گئی اور پروفیسر ڈارک نے برق سی تیزی سے پستول نکال کئے اور اس کے ساتھ ہی ناصر اور شہزادے پر فائر جھونک مارے لیکن ناصر کا ہاتھ پہلے سے دیوار پر تھا جو ہنی عمران کے چہرے میں تناؤ پیدا ہوا ناصر کی انگلی ہٹن پر دب گئی اور کیبن کی چھت سے ایک بڑا ٹرانسپیرنٹ چادر سیٹھے آگئی گویا اس چادر سے ٹکرائیں اور ایٹ گئیں۔ یہ دوسرا کام بھی اتنی تیزی سے ہوا کہ عمران وغیرہ سمجھ ہی نہ سکے وہ یہی سمجھ گا کہ ان کے نشانے خالی گئے چنانچہ وہ نگاتا رگوبیاں بسانے لگے شہزادہ منہ پھاڑے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اس کے عقل مضبوط

ہو کر رہ گئی تھی اور وہ سمجھ ہی نہ پایا تھا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا ناصر ہوشیار ہوتا تو ایک المناک سانحہ رونما ہو چکا ہوتا۔

ان دونوں کے پستول خالی ہو گئے تب انہوں نے پستول اس دیوار پر پھینک مارے اور جب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا تو وہ دونوں اس دیوار پر گولے برسائے لگے ان کے چہروں سے خوف ٹپک رہا تھا۔

ناصر نے ایک اور بٹن آن کیا اور ایک آلہ اپنے چہرے کے قریب لاکر یکٹھ کھینے لگا صرف چند لمحات کے بعد دروازے میں دو روٹ نمودار ہوئے اور وہ آپنی قدموں سے چلتے ہوئے اندر آ گئے انہوں نے کیمن کا دروازہ بند کر دیا تھا پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران اور پروفیسر کی طرف بڑھے وہ دونوں روٹوں سے بے خبر دیوار پر گھونسنے پر سارہے تھے اور ان کے ہاتھ بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔

دوسرے لمحے روٹوں نے انہیں پیچھے سے دبوچ لیا اور عمران پیٹ پڑا اس نے روٹ سے بھی لپٹ پڑنے کی کوشش کی اور روٹوں سے کو اسے قابو میں کرنے میں کافی دشواری پیش آئی۔

پھر ناصر کے حکم پر روٹوں کے وزنی ہاتھ ان کے سروں پر پڑے اور وہ ان ضربوں کو برداشت نہ کر سکے دوسرے لمحے وہ بے ہوش ہو کر روٹوں کے ہاتھوں میں جھول گئے۔

ناصر کی پیشانی پر پسینے کے قطرات تھے ان لوگوں کے بے ہوش ہو جانے کے بعد اس نے بٹن دبا کر وہ دیوار ہٹا دی اور پھرتی سے باہر نکل آیا روٹ

ان دونوں کو ہاتھوں پر اٹھائے ناصر کے پیچھے چل پڑے۔ شہزادہ بھی مرے قدموں سے ان کے ساتھ چل رہا تھا۔

ناصر کے چہرے پر سخت تشویش کے آثار تھے اس کے شکنی آلودیشانی گہرے غور و فکر کا پتہ دیتی تھیں ابدوز کے ایک زیرین کیمن میں دو میز و بلائر عمران اور پروفیسر ڈارک بچڑے کے قسموں سے کسے ہوئے پڑے تھے ان کے سروں پر آکسیجن ٹوپ تھے ایک نلکی ناک میں اچھی ہوئی تھی اور دوسری نلکیاں ایک دوسرے کی پیشانی سے سناک تھیں ان کے چہرے سفید نظر آ رہے تھے اور ان سے دور ایک کونے میں شہزادہ دیوار سے لگا ہوا کھڑا تھا اس کے چہرے پر بھی پیشانی کے آثار تھے اور وہ عجیب سی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

وہ ان کی زندگیوں کو خطرے میں نہیں ہیں ناصر صاحب، تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا۔

”ایں۔ ناصر چونک پڑا۔ اب نہیں ہیں۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

لیکن یہ تڑپ کیوں رہے تھے۔ شہزادے نے پوچھا۔
اس وقت انتہائی طاقت و راہی قوت ان کے ذہن کے خول کو توڑ رہی تھی اس کوشش میں ان کا دماغ بیٹ بھی سکتا ہے۔

”ذہن کے خول کے باسے میں نہیں سمجھ سکا۔“

”کیا آپ کے خیال میں مسٹر شہزادے انہوں نے بلا وجہ ہی ہمارے اوپر حملہ

کر دیا تھا پروفیسر ڈارک کچے ذہین کے مالک ہیں وہ تو کسی ماہر میناٹ کے چکر میں آسکتے ہیں لیکن عمران صاحب میرا دعویٰ ہے کہ وہ میناٹرم کی قوت کی انتہا ہوگی جس نے انہیں بھی ٹرانس میں لے لیا اور میں نے اس کے تحت ان پر ادا کی ہے ہاں تو تم ذہنی کئے خول کی بات کر رہے تھے میرا مقصد میناٹرم کے اس خول سے تھا جو ان کے ذہنوں پر عادی تھا میں نے اسے ایسی شاعروں سے توڑنے کی کوشش کی ہے دیکھنا یہ ہے کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں۔

دور اور اگر خدا نخواستہ آپ اس کوشش میں ناکام رہے تو یہاں
 ”دور اور بھی کئی ترکیبیں ہیں میں قدم بہ قدم آزماتا رہا ہوں بہر حال تو ٹھیک
 تو انہیں کہنا ہی ہے۔ ناصر نے جواب دیا شہزادہ خاموش ہو گیا ناصر نے کلافی
 بہر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور پھر ان دونوں کی طرف تشویش زدہ انداز
 سے دیکھنے لگا ان کے گہرے سانس محسوس ہو رہے تھے ناصر نے آگے بڑھ
 کر ان کے چہرے پر چڑھے ہوئے مائیک اتار دیئے اور عورتوں کی شکل دیکھنے
 لگا۔ اب دونوں کے چہروں پر سکون تھا ناصر نے نلکیاں بھی بٹا دیں اور
 پھر ان کے تسمے کھولنے لگا اس کے بعد اس نے ایک الماری سے سبز رنگ کی
 ایک شیشی نکالی جس میں کیس کی قسم کی کوئی چیز بھری ہوئی تھی ناصر نے ایک سبز
 لے کر شیشی کے کارک میں ڈال دی اور گیس کھینچنے لگا ادھی شیشی خالی ہو گئی
 لیکن اس شیشی کے بخارات بلند ہو رہے تھے اور شیشی میں سبز دھواں چکا
 رہا تھا اور پھر ناصر نے وہ سبز دھواں عمران کی ایک رگ داخل کر دیا پچانے وہ

کیا چیز تھی عمران کے چہرے کی سرخی واپس آگئی ناصر نے اُسے بڑے میاں کے جسم میں داخل کر دیا بڑے میاں کے چہرے پر یہ بھی خون دوڑ گیا اور ان کی سانسیں اعتدال پر آگئیں تھوڑی دیر کے بعد پہلے عمران اور پھر بڑے میاں نے آنکھیں کھول دیں وہ خالی الذہن کے عالم میں چھت کو گھور رہے تھے۔



Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

عمران نے گردن گھما کر بڑے میاں کو دیکھا اور پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

”وکیا حال ہے ٹیڈی؟“

”باز نہیں آؤ گے شرارت سے۔ بڑے میاں کی آواز گونجی۔“

”وکیا ہم عالم بالا میں پرواز کر رہے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔ اس دوران بڑے میاں کی نگاہ پہلے شہزادے پھر ناصر پر پڑ چکی تھی۔

”تو نہیں کر رہے البتہ کرنے والے ہیں وودو فرشتے ہماری روح مٹانی کرنے کے لیے کھڑے ہیں۔“

”شکر ہے اسکل آپ واپس لوٹ آئے۔ ناصر نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور عمران ان کی آواز سن کر چونک اٹھا پھر وہ پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرت انگیز۔ کیا تم لوگوں نے روحیں قبض کرنے کا ٹیکہ لے لیا ہے۔“

”وہ حیرانی سے بولا۔“

”وہ آپ سنا ہے۔ کیا حال ہے کیا پستول لوڈ کر کے واپس کر دوں۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”دیکھا مطلب پستول درمیان میں کہاں سے آٹیکا“
 ”گڈ۔ اس کا مطلب ہے سب کچھ ٹھیک ہے۔ ناصر نے گردن ہلاتے ہوئے
 کہا۔

”کیا سیلیاں بھجوا رہے ہو۔ عمران الجھے ہوئے انداز میں بولا۔“
 ”بھوک لگ رہی ہے“ ناصر نے پوچھا۔

”ہاں کچھ کھلو اور۔ عمران بولا اور بڑے میاں بھی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ
 گئے۔ پھر وہ بولے۔

”بھوک تو مجھے بھی سخت لگ رہی ہے ہم نے کب سے کچھ نہیں کھایا،
 یہ تو اب آپ ہی بتا سکیں گے۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ
 ان دونوں اور شہزادے کو ساتھ لے کر اس کیبن سے نکل کر آیا اس کی آنکھوں
 میں خوشی رقص کر رہی تھی۔ عمران اور بڑے میاں یہاں آنے کے بارے
 میں غور کر رہے تھے عمران شروع رہا تھا کہ برگد کے درخت کی جڑیں داخل
 ہو کر اس مشین تک پہنچنے پر پروفیسر ڈورس اور ان عجیب الخلق انسانوں
 کی گفتگو سننے تک یادداشت تو مل سکتا ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوا۔ یہ بالکل
 یاد نہیں ہے۔

کھانا کھانے کے دوران اس نے ناصر سے سوالات کیے۔ لیکن ناصر پر اسرار
 نڈاز میں خاموش ہو گیا کافی پی کر کرسی کی پشت سے مکر لگائے اس نے ناصر
 سے کہا۔

”ہاں بس اب شروع ہو جاؤ۔ تمہارا رویہ خاصا پراسرار ہے جس کا مطلب

ہے کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔

وہ آپ بتائیے۔ کیا خاص بات ہو سکتی ہے؟

وہ نہیں پہلے تم بتاؤ کہ ہم لوگ یہاں تک کیسے پہنچے۔ بے عمران نے کہا۔
آپ نے ٹرانسمیٹر پر مجھ سے گفتگو کی کہ آپ یہاں آنا چاہتے ہیں اور
آپ کے پاس اہم رپورٹیں ہیں میں نے آپ کو لانے کے لیے کشتی بھیج دی
اور آپ یہاں آ گئے پھر آپ نے مجھے ایک ایسی مشین کی اطلاع دی۔ جو
ذہنوں پر حکومت کرتی ہے اور لوگ اجتماعی طور پر اس کے تابع ہو سکتے
ہیں اور اس کے بعد آپ نے سیم دونوں یعنی مجھے اور مسٹر شہزادہ کو
ہلاک کرنے کی کوشش کی اور انتہائی چالاکی سے ہم پر فائرنگ کر دی۔

اوہ۔ عمران چونک کر سنبھل گیا اس کے ذہن میں پھلجڑیاں سی پھوٹنے
لگیں اور وہ متحیرانہ انداز میں منہ پھاڑے ناصر کی شکل دیکھنے لگا۔ اسی
کے ذہن میں کچھ مٹے مٹے سے نقوش واضح ہو رہے تھے اسے وہ حکم یاد
آ رہا تھا جو ایک گونج کی شکل میں اس کے ذہن میں سی گیا تھا اور پھر اسے
دوسرے واقعات بھی یاد آتے یہاں تک کہ واقعات جب اس نے ناصر پر
پستول کے فائر کئے تھے اور اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

وہ پھر کیا ہوا ناصر؟ اس نے اسی طرح سر پکڑے پکڑے پوچھا۔

دیکھ نہیں عمران صاحب۔ مجھے آپ کی حالت سے قدرے اندازہ ہو

گیا تھا اس لیے میں نے ہوشیاری سے کام لیا اور کسی بھی غیر متوقع موقعے
سے بچنے کے لیے میں نے تیاری کہہ لی پھر وہی ہوا آپ نے اور پروفیسر نے

ڈارک نے ہم دونوں پر گولیاں چلائیں۔ لیکن یہ گولیاں ایک بلب پر وہ دیوار پر پڑ کر لیٹ گئیں اور پھر آپ دونوں رو بوٹوں کی گرفت میں پھر میں نے ایٹمی شاعروں کے ذریعے آپ کے ذہنوں کو ایٹمی شاعروں کا قید سے آزاد کرالیا بس اتنی سی بات ہے۔ ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بہت بڑی بات ہے ناصر۔ بخانے کیا ہو جاتا لیکن ہمارے ذہنوں پر پٹنہ کی کس قدر طاقت تھی۔

”بے پناہ عمران صاحب، آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ کو اس خ میں آزاد ہونے کے لیے کس قدر طاقت خرچ کرنا پڑی اگر آپ کو اس کا نعم البدل مل جاتا تو آپ کم از کم تین ماہ تک کمزوری کی وجہ سے بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے نا اس دماغ کو نہیں پہنچا۔ ہر حال راز کھل گیا ہے ناصر۔ اور یقیناً ہمارے لیے خاصی دلچسپی ہو گئی ہے۔“

تفصیل سے بتائیں۔ ناصر نے کہا اور عمران اسے ساری تفصیل بتا لگا پوری داستان سننے کے بعد ناصر عمران کو ایک کمرے میں لے گیا۔ جب میں پہنچ کر ناصر نے ایک طرف رکھے ہوئے عجیب و غریب ساخت کے دو لباس اٹھائے اور ان میں سے ایک عمران کی طرف بڑھا دیا۔

لباس پہننے کے بعد ناصر نے دونوں اٹھائے اور انہیں گروں پر چڑھا لیا ان کے چہرے خود کے اندر چھپ گئے تھے۔

کسی بھی قسم کے امکانات اس خود کے اندر پہنچ نہیں سکتے اس طرح

ہمارا ذہن مشین کے سمر سے آزاد رہے گا۔ ناصر نے کہا۔
 گلدستہ عمران تعریف انداز میں بولا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ناصر
 نے وہ آلات اٹھائے جو نظر نہ آنے والی شاعروں کا غلاف ان کے ذہن
 پر چڑھا سکتے تھے اور پہلے اس نے عمران کو اس غلاف میں ملغوف کیا
 اور پھر خود کو۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد وہ وہاں سے نکل کر
 آبدوز کے اس حصے کی طرف بڑھے جہاں چھوٹی آبدوز کشتی پینگ میں
 موجود تھی وہ اس کشتی میں پہنچ گئے۔
 پھر ضروری انتظامات کے بعد کشتی برق رفتاری سے چل پڑی
 وہ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی ناصر اور عمران
 خاموش تھے دونوں اپنے اپنے طور پر کچھ سوچ رہے تھے کشتی برق رفتاری
 سے دوڑ رہی تھی۔
 بالآخر وہ ساحل پر پہنچ گئی اور وہ ریت پر اتر گئی۔

بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں وہ عظیم الشان لیبارٹری تھی ناہ نے اس پورے ماحول کو دیکھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے وہ دلچسپ نظروں سے اس مشین کو دیکھ رہا تھا اور پھر وہ یہاں کے ماحول کو غور سے دیکھنے کے لیے بھول گیا وہ سائنسی نقطہ نگاہ سے اس مشین کے ایک ایک حصے کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ اس کام میں اتنے محو ہو گئے کہ اس سفید بکس میں نمودار ہونے والی سرخی کو بھی نہ دیکھ سکے اور نہ دروازے کھول کر باہر نکلتے عجیب الخلقت انسانوں کو غراں بھی نامہ کے ساتھ ہی مصروف تھا اس لیے وہ بھی ان لوگوں کو نہ دیکھ سکا جن کی تعداد اب چھ ہو گئی تھی اور وہ گمراہ گھبراہٹ میں چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

پھر ان میں سے چند ایک نے کسی نامعلوم زبان میں کچھ کہا اور ناصر اور غراں بڑی طرح اچھل پڑے ایک لمحے کے لیے تو ان خوفناک مصنوعی انسانوں

لو دیکھ کر حیران رہ گئے لیکن پھر وہ دونوں سنبھل گئے وہ ان کی حرکات دیکھ رہے تھے ایسا لگتا تھا جیسے ان کو ان کے یہاں داخلے کی خبر ہو گئی لیکن وہ بھی انہیں دیکھنے اور تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں نامر خاموشی سے ساکت لکھڑا نہیں دیکھ رہا تھا ان کے انداز اجنبی تھے گو ان کے انسانوں کی شکل کے تھے لیکن غور سے دیکھنے سے صاف اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ اجسام خود ان کے لیے اجنبی ہیں اور وہ ان کے صحیح استحصال نہیں جانتے اور اب اس بات میں زیادہ شکل کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ وہ کسی دوسری دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا پھر وہ بھی روبرو ہیں اور کسی کے احکام کی پابندی کرتے ہیں سپر مین قسم کے انسان چاروں طرف دیکھتے رہے اور پھر وہ چاروں

طرف بکھر گئے اور اب وہ شاید انہیں تلاش کر رہے تھے عمران اور ناصر صفائی سے ان کے درمیان سے پختے رہے بالآخر وہ انہیں تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے اور اب ایک جگہ جمع ہو گئے اس کے بعد انہوں نے پھر اس زبان میں گفتگو شروع کر دی اور اس کے بعد ان میں سے ایک اس مشین کی طرف بڑھ گیا اس نے مشین کے کچھ بٹن دبائے اور مل میں رہی گونج اُبھر آئی۔

لیکن یہ گونج عمران اور ناصر کے کاموں تک نہیں پہنچ رہی تھی کئی منٹ تک انتظار جاری رہا اس کے بعد خاموشی چھا گئی مشین کچھ احکامات صادر کر رہی تھی لیکن بیکاریہ کوشش بھی رائیگاں گئی اور سپر مین قسم کے لوگ پریشان نظر آنے لگے پھر انہوں نے مشین بند کر دی اور آپس میں

کچھ گفتگو کرنے لگے تب ناصر نے ایک خطرناک قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے چہرے سے خود اتار دیا اور اس کی دیکھا دیکھی عمران نے بھی ایسا ہی کیا وہ نام کا مقصد کس حد تک سمجھ گیا تھا اس کے بعد ناصر کی آواز ابھری۔

ماتم لوگ مجھے تلاش کرنے یا میشن کے احکام کے تابع کرنے میں ناکام ہے ہو اس لیے تمہیں اپنی شکست کا اعتراف کر لینا چاہیے، ناصر کی آواز پھر وہ سب ہی اچھل پڑے اور پھر انہوں نے اپنے لباسوں سے عجیب ساخت کی چھوٹی چھوٹی پستولیں نکالیں اور اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور ان کے پستولوں سے نکلنے والی سیال دھاریں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں عمران اور ناصر کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائیں چنانچہ وہ برق رفتاری سے باہر دروازے کی طرف لپکے۔

لیکن سپر مین ان کے قدموں کی چاپ پر فائرنگ کر رہے تھے کئی بار وہ بال بال بچے دوڑ رہے تھے سپر مین ان کا تعاقب کر رہے تھے اور پستول سے نکلنے والی سیال دھاریں دھختوں کے تنوں کو موم کی طرح کاٹی ہوئی گزر رہی تھیں کئی تناور درخت ان پر گرے لیکن وہ پھرتی سے بچ گئے۔ بالآخر وہ جنگل سے نکل آئے تب کہیں انہیں پناہ ملی سچی سپر مین قسم کے لوگوں نے جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر وہ دونوں گاڑی کی طرف بڑھ گئے عمران نے اسپرنگ سنبھال لیا اور ناصر اس کے برابر بیٹھ گیا۔

”میرا خیال ہے ہماری منزل پروفیسر ڈورس کی کوٹھی ہو گئی۔ عمران نے پوچھا۔

در بالکل۔ اس کے علاوہ اور کیاں جاسکتے ہیں ناصرتے جواب دیا اور عمران نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

بند گاڑی کو انہوں نے پروفیسر ڈورس کی کوٹھی سے خاص چھوڑ دیا اور اس سے اتر کر کوٹھی کی طرف چل دیے پھر وہ عمارت میں داخل ہو گئے عمران اچھی طرح اس عمارت کو دیکھ چکا تھا وہ لوگ لیبارٹری کی طرف بڑھتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد لیبارٹری میں پہنچ گئے ناصریاں بھی دلپسی سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ پروفیسر ڈورس کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عمران نے کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموشی سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے ایک آرام کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

پروفیسر ڈورس: ”اور ناصرتے اس کی طرف متوجہ ہو گیا پروفیسر ڈورس کرسی پر دراز خراٹے لے رہا تھا ناصرتے اور عمران اس کے قریب پہنچ گئے عمران نے پروفیسر کو جھجھوڑا تو اس نے آنکھیں کھول دیں پروفیسر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا ”کیا ہے؟“

وہ سہمے سے انداز میں بولا۔

”کبوتر ہیں“

”کہاں؟“

”میرے ساتھ آؤ۔ عمران نے کہا اور پروفیسر سیلر بہن کہتیا۔ ہو گیا۔ اور وہ لیبارٹری سے نکل آئے انہوں نے عقبی راستہ استعمال کیا اور باہر نکل کر

گاڑی تک پہنچ گئے پروفیسر نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا جس سے اس کی مصیبت
جلد بڑھتا تھا اس بار اسٹرنگ ناصر نے سنبھالا اور عمران پروفیسر کے ساتھ
پھلی سیٹ پر بیٹھ گیا گاڑی کا سٹج سائل کی طرف تھا اور پروفیسر بڑے زور
و شور سے عمران سے کبوتروں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔

شہزادے اور بڑے میاں بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے انہیں
دیکھ کر خوشی ہو گئے البتہ پروفیسر اب کبوتروں کو بھول کر ابدوز کو دلچسپی اور
تعجب سے دیکھنے لگا۔

”یہ غالباً سب میرین ہے“ اسی نے پوچھا۔

”ہاں پروفیسر کیا آپ نے کبھی کسی سب میرین پر کام کیا ہے ناصر نے کہا
”نہیں میری لائن دوسری ہے لیکن میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں کیا یہ ممکن
ہے پروفیسر نے پوچھا۔

”موزر ضرور ناصر نے کہا اور پھر ناصر سے ابدوز کہا گیا پروفیسر دلچسپی
سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے بڑی متاثر کن انداز میں کہا۔
”بلاشبہ یہ دنیا کی بہترین ابدوز ہے لیکن اس میں ایک چیز کی کمی ہے پروفیسر

نے کہا

”کس چیز کی پروفیسر“

”کبوتروں کی“ یہاں کبوتر ضرور ہونے چاہیئے تھے“

”ہاں۔ یہ تو درست ہے کیا آپ کبوتر دیکھنا چاہتے ہیں“ ناصر نے پوچھا۔

”دکھاؤ۔“

آئیے۔ اس میز پر لیٹ جلیے پھر آپکو عجیب و غریب کیو تر دیکھنے کو ملیں گے، ناصرنے کہا اور پروفیسر میز پر لیٹ گیا ناصرنے دیوار میں لگے چند ٹین آن کر دیئے اور پھر پروفیسر کے چہرے پر رنگ بکھر گئے یہ رنگ ایک دوسرے میں گدھ مڑھ ہو گئے اور آہستہ آہستہ پروفیسر کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ تب ناصرنے بٹن آن کر دیئے اب پروفیسر کے چہرے پر ایک تیز روشنی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی پشت کی دیوار پر لگا ہوا ایک اسکین ردشن ہو گیا اور اس اسکین پر پروفیسر کے دماغ کی مکمل تفصیل موجود تھی یہ ایکسے کی انتہائی حیرت انگیز مشین تھی ناصرنے پروفیسر کے دماغ کی تصویر دیکھی اور بولا۔

”میرا خیال درست نکلا عمران صاحب انہوں نے پروفیسر کے دماغ کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو آپ کے ساتھ کیا تھا۔ دراصل آپ کی ایک بات سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا آپ نے بتایا تھا کہ پروفیسر ان لوگوں کے سامنے صبح اور ماضی کی باتیں کر رہا تھا اس کے جدید تھی کہ وہ پروفیسر سے مشین کے بارے میں کام لیتے رہتے تھے اگر وہ اس کے دماغ کو ناکارہ کر دیتے تو پروفیسر کام کیسے کرتا چنانچہ انہوں نے پروفیسر کو ہلکے سے ڈم سے ذہنی طور پر جھٹکا دیا، اور جب وہ چلاستے ہیں وہ ٹھیک ہو جاتا ہے اسی وقت بھی پروفیسر معمولی سی کوشش سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

”گڈ یہ تو عمدہ بات ہے“

اس کے برعکس انہوں نے آپ کے اور انکل کے ساتھ بہت بڑا سلوک کیا۔

تھا آپ کے ذہن پر چڑھے غول کو توڑنے میں آپ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

ٹھیک ہے تم کام کرو۔ عمران نے کہا اور ناصر نے رنگین ٹن پھر آ کر دیئے اور روشنیال پروفیسر کے چہرے سے گزرنے لگیں اچانک ایک سی کی آواز ابھری اور روشنیوں کے گھومتے کی رفتار تیز ہونے لگی اور پھر ایسا لگنے لگا جیسے پروفیسر کا چہرہ مختلف حصتوں میں بٹ گیا ہوا اور چہرہ رنگین ٹکڑے رہ گئے ہوں پروفیسر اضطراب کی کیفیت میں تھا اور ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا اور شعاعیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں اور پھر ایک دم سناٹا چھا گیا مشین فور بٹھ بند ہو گئی اور اندھیرا سا پھیل گیا سب کے عجیب سے انداز میں کھڑے تھے اور اب پروفیسر ڈورس کے چہرے پر بھی سکون نظر آ رہا تھا پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کی نگاہ یہاں کھڑے افراد پر پڑی اس نے عمران اور پھر پروفیسر ڈارک کو دیکھا اور وہ بیرونی طرح اچھل پڑا پھر اس نے ناصر اور شہناز کو دیکھا اور لرنی آواز میں بولا۔

”میں کہاں ہوں؟“

”آپ محفوظ ہیں پروفیسر۔ کیا اب آپ اپنے ذہن کو آزاد محسوس کر رہے ہیں ناصر نے پوچھا۔“

”ہاں۔ ارے۔ میں میں ٹھیک ہوں۔ میرا ذہن آزاد ہے میں ٹھیک ہوں؟“
 ”شک ہے پروفیسر۔ ناصر نے ایک گہری سانس لے کر کہا باقی سب لوگ بھی

ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

”میں آپ کی مشین اور ان لوگوں کو دیکھ چکا ہوں یہمروفیسر جنہوں نے آپ کی ایجاد پر قبضہ جمارکھا ہے براہ کرم مجھے ان کے بارے میں تفصیل سے بتائیں وہ کون ہیں اور کس طرح آپ پر عاری ہو گئے ناصر نے کہا اور پروفیسر کس گردن جھک گئی پھر وہ لرزتے ہوئے بولا

میں اس مشین کی ایجاد کر کے ایک گناہ عظیم کا مرتکب ہوا ہوں لیکن یقیناً کہیں ناصر صاحب میری نیت صاف تھی ہر محب الوطن کی طرح میں بھی اپنے ملک کو طاقت ور دیکھنا چاہتا تھا اس لیے میں نے یہ مشین ایجاد کی اور پھر میں اسی کے تجربات کرنے لگا پھر ایک دن مجھے اپنی لیبارٹری میں کام

موصول ہوا ایک نامانوس زبان تھی لیکن آہستہ آہستہ وہ میرے لیے مانوس ہو گئی انہوں نے خود کو کبوتر بنایا تھا جو ایک تاریک سیدے آریا کے باشندے ہیں جو اپنے غلامی جہاز کائنات کی سیر کر رہے تھے وہ سائنسی طور پر بے حد طاقتور تھے اور انہیں اسی مشین کے بارے میں علم ہو گیا انہوں نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور میں کسی سیارے کے باشندوں سے ملاقات کی خوشی میں پاگل ہو گیا انہوں نے میری لیبارٹری میں مجھ سے ملاقات کی اور میری مشین کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے اور پھر انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ عرصہ میری مشین سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے اپنی دلچسپی کے طریقے کا اظہار کیا تو میں نے صاف انکار کر دیا لیکن ان جھیمورے لوگوں نے مجھے قابو میں کر لیا اور بالآخر مجھے ان احکامات

کا پابند ہونا پڑا کاش میں یہ مشین ایجاد نہ کرتا۔

آریا۔ ناصر نے زیر لب دھرا یا یہ سارہ میرے لیے بہت دلکش ہے
کیونکہ مجھے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم بہر حال اب کیا پروگرام ہے پروفیسر
وہ لوگ آپ کی مشین پر قابو نہیں ہیں اور کسی بھی وقت اس کے ذریعے تباہی
نازل کر سکتے ہیں۔ دو صورتیں ہیں یا تو آپ اس مشین کو تباہ کر دیں یا اگر اسے
بچانا چاہتے تھے ہیں تو پھر بقول ان کے اس خونریزی کا خطرہ مول لینا پڑے گا
جوان کے ایک اشارے سے شروع ہو سکتی ہے ناصر نے کہا۔

مجھے اور شہزادہ مت کرو ناصر میں اس منحوس ایجاد کو فوری طور پر تباہ
کر دینا چاہتا ہوں جس نے میرے ہم وطنوں کی زندگی حرام کر دی ہے۔
پروفیسر ڈورس نے نرنگی سے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

شکریہ پروفیسر۔ آپ نے حیران میری بڑی مشکل حل کر دی اگر آپ
اس مشین کو برقرار رکھنے کی خواہش کرتے تو مجھے آپ سے اختلاف کنا پڑتا
کیونکہ ایسی کسی مشین کا وجود مہینوں دینا کس طرح برداشت کر سکتا ہے۔
”بھئی احساس ہے“

”بہر حال آپ فکر نہ کریں میں اس کی تباہی کا بندوبست کر دوں گا اور اسے
تباہ کر کے دم لوں گا۔“

میں ذاتی طور پر تمہارا شکریہ گزار ہوں اور اب اگر تم اجازت دو تو میں
بھی تم سے کچھ سوالات کروں۔“

و آپ کو اس مشین کے بارے میں معلوم ہوا۔

مد اس کا سہرا ہمارے دوست مسٹر شہزادے کے سر ہے اگر یہ ہمیں اس عجیب
 و غریب ایجاد سے آگاہ نہ کرتے تو دنیا ایک پراسرار خطرے سے دوچار رہتی
 اور بچانے ان لوگوں کا دائرہ عمل کتنا وسیع ہو جاتا۔ "ناصر نے کہا اور پھر
 وہ پروفیسر کو شہزادے کی اطلاع اور اس کے بعد کے واقعات بتاتے دیکار
 ابھی وہ پوری تفصیل بتا بھی نہ پایا تھا کہ اچانک آبدوز میں ایک فونک سائرن
 کی آواز گونج اٹھی اور ناصر اچھل پڑا۔ پوری آبدوز میں سرخ بلب اسپارک
 کر رہے تھے اور خطرے کے نشانات ابھر رہے تھے۔



Waqar Arshad
 Pakistanipoint.Com

بری فوج کے چیف آف اسٹاف اپنے شاندار آفس میں بیٹھے کسی خاص مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک ان کے ذہن پر ایک سنٹا چھا گیا اور پھر ان کے کانوں میں ایک آواز گونجی

سمندر میں ایک تباہ کن آبدوز موجود ہے وہ تمہارے ساحلوں کو برباد کرنا چاہتی ہے فوراً آبدوز شکن طیارے لے کر جاؤ اسے تلاش کرو اور تباہ کر دو اس حملے کی کمان تم خود کو دیا اٹھو فوراً اٹھ جاؤ اور چیف آف اسٹاف جلدی سے اٹھ گئے ان کے ساتھی اس حکم سے مستثنیٰ نہ تھے چیف آف اسٹاف نے ماسٹر فون پر دوسرے متعلقہ لوگوں کو احکامات دیئے اور پھر وہ خود بھی باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر بعد پورے فوجی ایر پورٹ پر ہیلجیل جمع گئی آبدوز شکن طیارے فردوسی سامان سے لیس ہو کر پرواز کرنے لگے ان کا وُخ سمندر کی طرف تھا۔ یہ حکم صرف فضائی افواج تک محدود نہ تھا کیونکہ جب طیارے آبدوز کی تلاشی میں سمندر پر پہنچے بحری جہاز بھی حرکت میں آ گئے ان کے رڈار آبدوز کی تلاش میں چاروں طرف گھوم رہے تھے اور پورا عملہ ساتھ تھا۔

لیکن آبدوز شکن طیارے ان جہازوں کو سمجھے چھوڑ گئے اور ان سے آگے نکل کر آبدوز تلاش کرنے لگے ملکی آبدوز میں سمندر میں ننگر انداز تھیں لیکن طیارے ان کے سنگل پہنچتے تھے تھوڑی دیر کے بعد رڈاروں نے ایک اجنبی آبدوز کا پتہ دیا اور وہ ہو گئے چیف آف اسٹاف خود اس حملے کی کمان کر رہے تھے انہوں نے آبدوز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی نہ کی یہی کیا تم تھا کہ ایک اجنبی آبدوز ان کے سمندر میں موجود تھی۔

چنانچہ حملے کا حکم مل گیا اور طیارے سمندر میں استحصال ہونے والے راکٹ نشانے پر مارنے لگے دوسری طرف بحری جہاز بھی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے سب ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے راکٹ نشانے پر لگ رہا تھا لیکن ابھی تک ان کی کارکردگی کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا پھر بحری جہاز بھی آبدوز کا نشانہ لینے میں کامیاب ہو گئے اور خوفناک انداز میں سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے اس آبدوز کی طرف بڑھنے لگے جو ان کے سمندر میں گھس آئی تھی لطف کی بات یہ تھی کہ ابھی تک ملک کے کام کو اس خطرناک جدوجہد کا علم نہیں تھا انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان کے جہاز کیا کارنامے انجام دے رہے ہیں۔

ماکیا مطلب :- ماضی اچھل پڑا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا آبدوز کے کنٹرول کیبن میں داخل ہو گیا آسن ریلوٹ ادھر ادھر دوڑ رہے تھے وہ حملے سے بچاؤ اور خود حملہ کرنے کا انتظامات کر رہے تھے ناصر نے ایک بورڈ پر بہت سے بٹن دبائے اور اسکرین پر سمندر نظر آنے لگا اسکرین پر سرخ نقطے آسمان کی طرف پرواز کر رہے تھے آسمان پر جا کر سرخ نقطے زیرِ موجاتے اور پھر وہ ادھر ادھر اوپر اور دوڑنے لگتے

یہ ان طیاروں کی نشاندہی تھی جو آبدوز پر حملہ آور تھے نیچے بھی کچھ سرخ نقطے نظر آ رہے تھے یہ بحری جہازوں کی نشاندہی کر رہے تھے جو آبدوز کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے انہی نقطوں کے نشانے پر ناصر ان طیاروں اور بحری جہاز کو آسان سے نشانہ بنا سکتا تھا لیکن وہ اس ملک سے جنگ کرتے نہیں آیا تھا وہ جانتا تھا کسی بھی ملک میں غیر قانونی طور پر داخل ہونا جرم ہے وہ چوری اور سینہ زوری نہیں کرنا چاہتا تھا اسے صرف کرنا تھا ان جہازوں پر حملہ کرنا مناسب نہ تھا۔ چنانچہ اس نے روبوٹوں کو احکامات جاری کیے اور خاصی تیاریاں ہونے لگیں چاروں طرف سے پھیکے جانے والے راکٹ آبدوز پر لگ رہے تھے لیکن اسے راکٹ اس کا رنگ تک خراب نہ کر سکتے تھے تاہم دو مستقل طور پر انہیں برداشت بھی نہ کر سکتی تھی اس لیے ناصر کو کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔

آبدوز کے چاروں طرف دھماکے ہو رہے تھے اور آبدوز باریاد لہرز جاتی اور پھر اسکین پر بے شمار چمکدار دھماکے ابھرنے لگے دھاگوں کا جال سمندر کے ایک وسیع علاقے میں پھیل گیا اور ایک لڑے کی شکل میں شمشے لگا اس کے بعد اس جال نے ایک چمکدار خول کی شکل اختیار کر لی اور آبدوز اس خول میں چھپ گئی۔ اب دھماکے اس تک نہیں پہنچ رہے تھے ناصر کے ہونٹ اب بھی سکڑے ہوئے تھے اور باقی سب لوگ حیرت و خوف سے یہ کاروائی دیکھ رہے تھے اسکین پر اب دھواں اور شعلے نظر آ رہے تھے بحری جہاز اور طیارے بل کہ آبدوز پر راکٹ برس رہے تھے لیکن آبدوز محفوظ تھی۔

یہ قیامت بچاتے کب تک جاری رہی اور پھر سکون چھا گیا کافی دیر انتظار

کے باوجود جب کوئی کاروائی نہ ہوئی تو ناصر نے دوسرا قدم اٹھایا آبدوز کے اُپری حصے سے ایک ستون بلند ہونے لگا اس کے سہارے پر طاقوٹ اسپیکر لگے ہوئے تھے ستون بلند ہوتا رہا اور پھر دوسرا سطح سمندر سے بھی کافی بلند ہو گیا اور پھر ایک مخصوص بلندی پر پہنچا کر ناصر نے مائیک بھجال لیا اور اس کی آواز کو سنی۔

آپ لوگ اپنی کاروائی ختم کر چکے ہیں آپ نے مجھے کچھ کہنے کی مہلت نہیں دی اب اگر آپ کے ذہن اس سحر سے آزاد ہو گئے ہوں تو میری بات سنیں میں محمود ناصر آفریدی بول رہا ہوں میں آپ کو ان پر اسرار احکامات سے نکالنے آیا ہوں جن کی وجہ سے آپ پریشان ہیں یہ احکامات ایک سیارے کی طرف سے آتے ہیں جس کی خبر بہت جلد آپ کے سامنے آ جائے گی میں آپ کا دوست ہوں میرے ساتھ دشمنی نہ کریں اگر آپ احکامات کی تحت ایسا کر رہے ہیں تو اپنے ذہنوں کو ان کے سحر سے آزاد رکھنے کی کوشش کریں اور آبدوز پر حملہ بند کر دیں آپ مجھ سے گفتگو کر سکتے ہیں کسی بلند مائیک سے مجھ سے بات کریں آواز مجھ تک پہنچ جائے گی اور پھر ناصر انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

رو میں بحیرہ کا چیف آف اسٹاف بول رہا ہوں کیا واقعی آپ ناصر آفریدی ہیں وہاں۔ یہ آبدوز میری ہے میں آپ کے ملک میں ان پر اسرار واقعات کی تحقیقات کرنے آیا ہوں کیونکہ وہ ایک سائنسی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا مسٹر ناصر، میں اس سحر سے آزاد کراتے کے بعد ہی آپ سے رابطہ قائم کروں گا اس سے

پہلے یہ ممکن نہیں ہے۔“

”آپ کی آبدوز کو نقصان تو نہیں پہنچا۔“

نہیں اس کے برعکس مجھے آپ کی ایمونیشن ضائع ہونے کا افسوس ہے بہر حال
کوشش کریں کہ اس کے بعد آپ خود پر قابو رکھ سکیں مجھے امید ہے کہ آپ
کو دوبارہ اس قسم کے احکامات ملیں گے مجھے صرف چوبیس گھنٹے کی جہت دے دیں۔“
ناصر نے کہا۔ شک یہ مسٹر ناصر ہم بے چین سے آپ کے منتظر ہیں کیونکہ ہر حال میں
الاقوامی اصول کے تحت آپ کی کسی آبدوز کے ساتھ یہاں آمد غیر قانونی ہے۔“
”مجھے اس کا احساس ہے اور میں اس کے لیے ہر جرمانہ بھگتے کو تیار ہوں۔ ناصر نے
کہا اور دوسری طرف سے آواز بند ہو گئی ناصر نے رادار پہنچی کمرے چند منٹ کے
بعد وہ اپنی جگہ پہنچ گئی پھر نے عمران سے کہا۔

”میں نے چوبیس گھنٹے مانگے ہیں عمران صاحب اور ان چوبیس گھنٹوں میں
بھی سب کچھ کر لینا ہے۔“

”پھر اب کیا پروگرام ہے۔“

ہم چند گھنٹوں کے اندر اندر نکل جائیں گے میرا جواب ان کی توقع
کے خلاف ہو گا۔ ناصر نے کہا اور عمران نے اس کے لیے کی ٹراہٹ محسوس کر لی۔



پانی میں ان تھیلوں کا وزن معلوم نہیں ہو رہا تھا جو ان کی پشت سے بندے ہوئے تھے بچانے ان میں کیا تھا ویسے اس لباس کے ذریعے تیرنے میں بھی آسانی ہو رہی تھی اس بار پروفیسر ڈورس بھی اُن کے ساتھ تھا وہ ناصر سے کافی مرعوب ہو گیا تھا اور اس کے احکامات پر چل رہا تھا وہ کب کے سطح پر نکل آئے ہوتے لیکن ناصر کسی ویران ساحل پر نکلنا چاہتا تھا پھر ایک جگہ انہوں نے پانی سے سر اُٹھارا اور باہر نکل آئے پروفیسر کو یہ بات معلوم ہمیں تھی کہ دوسرے لوگ انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے ناصر نے انہیں بھی نظر نہ آنے والی شعاؤں کے غلاف میں لپیٹ لیا تھا لیکن بہر حال وہ ان دونوں اور دوسری چیزوں کو دیکھ سکتا تھا ناصر نے اسے اس بات کے بارے میں بتانا پسند نہیں کیا۔

وہ سطح پر نکل آئے اور پھر ساحل تک پہنچنے میں انہیں کوئی وقت نہ ہوئی ساحل پر نکل کر وہ اطمینان سے چل پڑے پروفیسر ڈورس کو ماحول کا احساس تھا لیکن ناصر اور عمران اس سے بے پرواہ نظر آتے تھے سانس ہی نمک بنانے کی ایک فیکٹری نظر آ رہی تھی وہ اس فیکٹری کی طرف چل پڑے ناصر کو امید تھی کہ یہاں کوئی گاڑی ضرور مل سکے گی۔

اور یہ خیال غلط نہ نکلا وہ ٹرک ٹوٹے پھوٹے ہی تھے لیکن ہر حال ان کے کام آسکتے تھے ڈورس کو خوف تھا کہ انہیں دیکھ نہ لیا جائے ایک ٹرک پر سوہنے ڈرائیور کو عمران نے اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور پھر وہ ٹرک کے کچل پڑے نیچے پڑا۔ ڈرائیور خوف و حیرت کی وجہ سے چیخ بھی نہ سکا کیونکہ ٹرک خود بخود اسٹارٹ ہو کر چل پڑا تھا۔ ڈرائیورنگ عمران کہہ رہا تھا اور ٹرک کی رفتار بہت تیز تھی پروفیسر انہیں لاسٹے تباہ ہاتھ یہاں سے ایک اسٹارٹ کٹ جنگلات کی طرف جاتا تھا اور اس لاسٹے پر دوڑتے رہے اور پھر وہ جنگلات کے نزدیک پہنچ گئے مگر حسب معمول پہنچ گئے حسب معمول ٹرک باہر ہی چھوڑ دیا گیا اور وہ نیچے اتر کر چل پڑے۔ وہ لوگ ہمیں دیکھ سکتے ہیں نا صر صاحب اس لیے ذرا احتیاط رکھی جائے آخر ڈورس سے رہا نہ گیا تو بول پڑا۔

فک نہ کریں مسٹر ڈورس میں جب کام کرتا ہوں تو حالات میرے تابع ہوتے ہیں اور وہی ہوتا ہے جو اس میں چاہتا ہوں نا صر نے مضبوط لہجے میں کہا اور ڈورس عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

پھر اس نے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا اور وہ آگے بڑھتے رہے تھوڑی دیر بعد وہ برگد کے درخت کے نیچے تھے نا صر نے پشت پر رکھا ہوا تھیلیا اتار دیا تھیلے میں سیاہ رنگ کا ایک بکس تھا عمران اور پروفیسر ڈورس کے تھیلوں سے بھی ویسے ہی بکس برآمد ہوئے اس کے ساتھ ہی ایک سیاہ رنگ کے تار کا پی تھا نا صر نے تالا کھول کر بکس میں گھسے ہوئے ایک ہک سے منسلک کیا اور پھر تین گز کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا بکس بھی اس ہک سے منسلک کر لیا اس کے بعد اس نے تار کے آخری

سرے پر ایک دوسرا جو کو رکس منسک کیا ہے اور پھر عمران کو اشارہ کیا عمران اس کام مقصد سمجھ گیا تھا اس نے برگد کے درخت کی ٹڑ میں اس کل کو تلاش کیا جس سے درخت کھل سکتا تھا اور پھر وہ بکس لے کر نیچے گیا بکس لے کر نیچے اتر گیا بکس اس نے اس بال میں رکھ دیئے اور اس خاموشی سے واپس آگیا پھر وہ تار کے سرے کو پکڑ کر دور جانے لگے تار کافی بڑا تھا

Pakistanipoint

وہ درخت سے بہت دور نکل آئے پھر ناصر نے انہیں ہوشیار ہونے کی ہدایت کی اس کے بعد اس نے سوچ بچا دیا اور ایک خوفناک دھماکا ہوا برگد کا ستارہ درخت جڑ سمیت اکھڑ کر فضا میں بلند ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی جانے کیا کیا تھا نیچے گرنے والی یہ چیز دل میں مشین کے ٹکڑے لیبارٹری کا دوسرا سامان بھی تھا لیکن اس کے ساتھ ہی جو چیز نیچے گری وہ سب سے حیرت انگیز تھی یہ مصنوعی انسان تھے جو دھماکے سے فضا میں معلق ہو گئے تھے اور پھر جانے کہاں کہاں گرے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ ٹوٹے پھوٹے نہیں تھے ان میں دو انسان ان دونوں کے نزدیک گسے تھے۔ ناصر عمران اور پروفیسر دوسرے قریب جا کر انہیں دیکھنے لگے اس سے قبل کے وہ کچھ کرتے انہوں نے ان دونوں کو اٹھا کر کھڑے ہوتے دیکھا ان کے قدم ڈمگنا ہے تھے اور پھر ان میں سے ایک کے منہ سے دہشت منی آواز کی آواز کے مسٹر ناصر وقتی طور پر تم اس مشین کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن اس طرح تم نے جو دشمنی کی جو بنیاد ڈال دی ہے اس سے پٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہم تمہیں نہ چھوڑیں گے پھر ان دونوں نے ہاتھ بلند کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سیدھے اوپر چلے گئے پروفیسر دوسرے منہ بچا کر رہ گیا تھا عمران اور ناصر متحیرانہ انداز میں انہیں کسی ماٹ کی طرح اڑتے دیکھ رہے تھے اور کچھ سرخ نقطے بھی فضا میں بلند ہوتے نظر آ رہے تھے۔

دو کیا تم پر وفیسر ڈارک کو پسند کرتی ہو سنڈریلا۔ ناڈیہ نے شرارت بھری نظروں سے
سنڈریلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”وہاں بہت عمدہ آدمی ہے۔ واقعی وہ تجھے پسند ہے۔“
اور وہ یہ تو بڑا بڑا ہوا، ”دیکھو“،

اب تک تم میری دوست تھی لیکن چونکہ میں لائٹ کو پسند کرتی ہوں اور وہ لائٹ کا باپ ہے
اس لحاظ سے تجھے تمہیں ہی کہنا پڑے گا۔ ”مچی ڈارلنگ“ ناڈیہ نے اس کی گردن میں ہاتھیں
ڈال دیں اور سنڈریلا نے اس پر گھونسلوں کی بارش کر دی۔ مہر ڈارک عمران اور
شہزادہ پر وفیسر ڈورس کے جہان تھے ایک ہفتہ گزر چکا تھا لیکن ڈورس انہیں جانے
کی اجازت نہیں دے رہا تھا اس ہفتے بھر کے واقعات بہت دلچسپ گزرے تھے حکومت
نے ناصر کو سرکاری جہان بنانے کی کوشش کی لیکن ڈورس اس پر تیار نہ ہوا اس نے کہہ
دیا کہ حکومت اپنے طور پر بعد میں دعوت دے اس وقت تو وہ انکا جہان ہے ملک
بھر کے اخبارات ناصر کی مداح سرائی کر رہے تھے جس نے انہیں بھی ایک خطرے سے بجا
دلادی اگر وہ پراسرار اصرار قتل عام کی ہدایت دے دیتے تو بچانے کتنی تباہی پھیلتی
بہر حال اس سلسلے میں ڈورس کو بھی بے قصور قرار دے دیا گیا تھا اس نے مشین فرو
تیار کی تھی لیکن اس کے مقاصد نیک تھے اور وہ اپنے ملک کی مدد کرنا چاہتا تھا اس
کے علاوہ حکومت ناصر سے بھی شرمندہ تھی کہ اس نے ناصر کی آبد و پلا اس قدر شدید حملہ
کیا تھا اگر اسے نقصان پہنچ جاتا تو کیا تھا۔ اخباری نمائندوں نے اس آبد و پلا کو
دیکھنے کی فرمائش کی لیکن ناصر نے اس سے معذرت کر لی تھی۔

ختم شد